خوفناک دشمن ..... تحریر مشتاق احمد قریشی

شہزادہ ڈھمپ ہوٹل سیر گاہ ہی میں نہیں بلکہ اس کے باہر بھی لوگوں کے لئے باعث دلچسپی بن گیا تھا حالانکہ اسے آئے ہوئے دو دن ہی تھے لیکن بے شمار لوگ صرف اسے دیکھنے کے لئے یہاں آ چکے تھے اور اتفاق سے اسی شام ڈائننگ ہال میں ایک چھوٹی سی پارٹی بھی تھی جو عالم پور کے کسی معزز شخص نے اپنے ہاں ہونے والی کسی تقریب کے سلسلے میں دی تھی۔ اس پارٹی کے لئے بھی لمبی میزیں لگائی گئی تھیں اور اسے ایک دلچسپ اتفاق کہا جا سکتا ہے کہ شہزادہ ڈھمپ کے لئے لگائی جانے والی میزیں ان میزوں کے عین سامنے تھیں۔ پارٹی کے شرکا آنے لگے تھے۔ شہزادہ ڈھمپ کی میز خالی پڑی ہوئی تھی لیکن اس پر اسی نفاست سے ڈیکوریشن کی گئی تھی اور اس سلسلے میں ہوٹل کے منیجر نے خصوصی اہتمام سے کام لیا تھا کیونکہ اب تک اسے تقریباً آٹھ ہزار روپے مل چکے تھے اس کے علاوہ وہ بیٹر جو اس میز پر سرو کرتے رہے تھے انتہائی خوش تھے اور دوسرے بیٹر حسرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگے تھے کیونکہ اس دوران انہوں نے بھی ٹپ کی لمبی لمبی رقومات بٹوری تھیں اور ایک سی دن میں انہیں اتنا مل گیا تھا کہ شاید مہینوں میں نہ کما پاتے۔

پارٹی کے شرکا نے اپنی اپنی کرسیاں سنبھال لی تھیں۔ دوسری میز پر انہوں نے تو چیخیں دی تھی۔ پھر پارٹی میں ایک اور شخص بھی شریک ہوا جس کی آن بان قابل دید تھی۔ پانچ فٹ افراد اس کے پیچھے چل رہے تھے اس کی پشت پر موجود شخص نے ایک انتہائی قیمتی حقہ سنبھال رکھا تھا آگے چلنے والا شخص ایک دھان پان سا آدمی تھا۔ چمکتے ہوئے گال، ابھرتے ہوئے چہرہ، دونوں پر پانوں کی دھڑی اور اونچے کھنچے چونے سے بالکل سیاہ باریک باریک ہونٹ، دبلا پتلا بدن جس پر انتہائی قیمتی کپڑے کا انگرکھا پہنا گیا تھا اس کے ساتھ ہی چوڑی دار پاجامہ جس کی نلکیوں پر چوڑیوں کی ایک قطار اوپر تک نظر آ رہی تھی۔ پیروں میں جگمگاتے ہوئے سلیم شاہی جوتے سر پر دو پلی ٹوپی غرض دیکھنے دکھانے کی چیز تھی۔

وہ شخص یا تو محفل کے شرکا نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ ایک بھاری بھرکم شخص نے جو سوٹ میں ملبوس تھا خاص طور سے دھان پان آدمی سے مصافحہ کیا اور بڑے نیاز مندانہ انداز میں اسے بیٹھنے کے لئے ایک کرسی پیش کی، جو شخص حقہ سنبھالے ہوئے تھا اس نے حقہ عقب میں نہایت ادب سے رکھ دیا جس کے لئے فوراً ہی ایک عمدہ قسم کی چوکی پیش کر دی گئی تھی۔ ساتھ آنے والے باقی افراد عقب میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مہمانوں کے ساتھ بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مہمانوں میں خوبصورت خواتین بھی تھیں اور عمدہ لباسوں میں ملبوس مرد بھی۔

پارٹی کا آغاز ہو گیا یہ کچھ گفتگو ہوئی اور اس کے بعد اس میز پر کھانا وغیرہ چنا جانے لگا لیکن اس وقت شہزادہ ڈھمپ بھی اپنے کمرے سے باہر تشریف لے آئے تھے۔ ان کے بھی ڈائننگ ہال میں آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ دونوں سیکریٹری ان کے ساتھ چل رہے تھے اور شہزادہ ڈھمپ اپنی سنہری چھڑی بڑے خوبصورت انداز میں دو انگلیوں کے درمیان تھامے ہوئے ہاتھ آگے کئے لہکتے، مٹکتے چل رہے تھے۔ ان کی چال اس قدر مضحکہ خیز تھی کہ دیکھنے والے اپنی مسکراہٹیں نہ دبا سکے تھے۔ اس تبدیلی کو فوراً ہی محسوس کر لیا گیا اور پارٹی کے شرکا کی نگاہیں بھی اس جانب گھوم گئیں پھر انہوں نے اس عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا جو آگے بڑھتی ہوئی دوسری میز پر آئی اور منیجر نے اپنے ہاتھوں سے اس کے لئے کرسی کھسکائی۔ دونوں سیکریٹری میز کے دونوں کناروں پر بیٹھ گئے اور میزوں کی لائن لگ گئی۔ دھان پان سے شخص کی نگاہیں بھی اسی شخص کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے بھاری بھرکم شخص کی طرف جھک کر کہا۔

"کیا یہاں کوئی اور پارٹی ہے؟"

"پتا نہیں نواب صاحب۔"

"ذرا معلوم کرو۔" نواب صاحب بولے اور بھاری بھرکم شخص خود اپنی جگہ سے اٹھ کر منیجر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد واپس آ گیا۔

"عجیب بات ہے نواب صاحب۔"

"کیا؟"

"وہ شخص جو اس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے شہزادہ ڈھمپ ہے۔"

"کیا ہے؟" جنہیں نواب صاحب کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا انہوں نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"ڈھمپ کا شہزادہ اور یہ ساری میزیں اسی کے لئے ریزرو کر دی گئی ہیں۔ عجیب و غریب باتیں بتاتی ہیں منیجر نے۔"

"بھلا کیا؟" نواب صاحب نے ناک پر انگلی رکھ کر پوچھا۔

"اس نے یہاں ہوٹل میں ایک منزل کے پندرہ کمرے حاصل کئے ہیں۔ درمیانی کمرے میں خود رہتا ہے چھ کمرے ادھر چھوڑ دیئے گئے ہیں اور چھ ادھر۔ آخر کے کمرے میں اس کے یہ دو سیکریٹری رہتے ہیں۔ بڑی دھوم مچی ہوئی ہے سیر گاہ میں اس کی آمد سے۔ بڑا تاخیر آدمی ہے ہر ایک کو بڑی بڑی رقومات ٹپ دے رہا ہے۔"

"لاں سبحان اللہ سبحان اللہ یہ کمال ہو گیا نہ میں ان شہزادے صاحب کی آمد کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا میاں تم خود بتاؤ کہ ایسے لوگوں سے ملنا ضروری نہیں ہوتا۔"

"جی نواب صاحب۔"

"دراصل میں ان سے اگر تمہاری اجازت ہو تو ہو سکتا ہے ہم انہیں اپنی میز پر کھانے کے لئے مدعو کر لیں۔ بڑی سعادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں سے ملنا۔" نواب صاحب نے کہا۔

"میں نے عرض کیا نا جیسا آپ پسند کریں۔"

نواب صاحب اپنی جگہ سے اٹھے تو ان کے پانچوں باڈی گارڈ ان کی جانب لپکے لیکن نواب صاحب نے دونوں ہاتھ سے انہیں اشارہ کر کے کہا۔

"آپ لوگ رک جائیے ہم جنگ عظیم میں شرکت کرنے نہیں جا رہے ابھی آ جاتے ہیں۔" یہ کہہ کر نواب صاحب اس میز کی جانب بڑھ گئے جو شہزادہ ڈھمپ کی تھی۔ پھر شہزادہ ڈھمپ کے سامنے پہنچ کر انہوں نے جھک جھک کر آداب کئے اور ڈھمپ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی چھڑی اٹھالی اور خوفزدہ نگاہوں سے نواب صاحب کو دیکھنے لگا۔ پھر اس کے حلق سے ڈری ڈری آواز نکلی۔

"سس سکریٹری، سکریٹری۔" اور فوراً ہی دونوں طرف سے سیکریٹری اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گئے۔ وہ نواب پوپٹ کو متحیرانہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"یہ کیا کر رہا ہے یہ مرنے کی طرح گردن پھلا کر شاید ہم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔" شہزادہ ڈھمپ نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور نواب صاحب ہنس پڑے۔

"لے نہیں حضور شہزادہ عالم پناہ میں تو خوش ہو رہا ہوں۔"

"کک کیا بکواس ہے؟" شہزادے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مطلب یہ کہ سلام عرض کر رہا ہوں۔" نواب صاحب نے جواب دیا اور شہزادے نے سیکریٹری کو کہنی مار کر استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"یہ حضرت آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ اچھا اچھا۔" شہزادے نے پہلے چھڑی میز پر رکھی اور اس کے بعد باآہستگی کرسی پر بیٹھ گیا پھر اس نے دونوں سیکریٹریوں کے کوٹ پکڑتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ کہیں رکو نجانے نہیں کیوں اس شخص سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔" یہ کہہ کر نواب صاحب دانت نکالتے ہوئے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

"شہزادہ حضور! میں بھی اس علاقے میں ایک باعزت شخص ہوں۔ نواب پوپٹ کہلاتا ہوں اور خدا کے فضل و کرم سے بڑی عزت بڑا وقار ہے میرا یہاں۔ ایک شہزادہ یہاں قدم رنجا فرمائے اور نواب پوپٹ کو پتا نہ چلے بدقسمتی ہے۔ آپ نے عالم پور کو رونق بخشی تو بھلا نواب پوپٹ آپ سے کیسے دور رہ سکتا ہے۔"

"سس سکریٹری کیا یہ مشینی آدمی ہے اس کے بولنے کی رفتار کتنی تیز ہے۔" شہزادہ نے جھک کر سیکریٹری سے کہا لیکن لہجہ اتنا مدھم نہیں تھا کہ نواب پوپٹ سن نہ سکتے نواب پوپٹ نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"شہزادے حضور کو شاید میری آمد ناگوار گزری ہے لیکن ملاقات کئے بغیر واپس جا بھی نہیں سکتا تھا اگر شہزادہ حضور کو ناگوار خاطر ہو رہا ہے تو میں یہاں سے چلا جاؤں۔"

"نن..... نہیں نہیں، تشریف رکھئے تشریف رکھئے آپ سے مل کر بڑی پلکی ہوئی۔"

"جی۔"

"شہزادے صاحب کا فرمان ہے کہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" برابر کھڑے ہوئے سیکریٹری نے کہا۔

"اوہ معاف کیجئے گا ہم نے یہاں آنے سے پہلے یہاں کی زبان بہت اچھی طرح سیکھی ہے لیکن اب بھی ہم روانی میں اپنی زبان بول جاتے ہیں۔"

"اپنی زبان سے محبت تو ہر صاحب عزت کو ہوتی ہے شہزادہ صاحب، ویسے کچھ اور معلومات حاصل ہو جائیں تو بڑی نوازش ہو گی بلکہ حضور کچھ اور عزت عطا فرما چاہیں تو اس چھوٹی سی محفل میں شریک ہو کر اس کی رونق کو دوبالا کریں۔"

"سیکریٹری، یہ آدمی تو بڑا چپڑ غپڑ معلوم ہوتا ہے۔" شہزادے نے پھر سیکریٹری سے کہا۔

"جی ہاں جی ہاں یقیناً۔" نواب صاحب کے انداز سے یہی پتا لگتا ہے سیکریٹری نے تائید کی۔

"چپڑ غپڑ۔" نواب صاحب نے تھوک نگلتے ہوئے کہا یہ لفظ بھی ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"جی نواب صاحب مطلب یہ کہ خوش اخلاق۔" سیکریٹری نے فوراً جواب دیا اور نواب صاحب کے منہ سے پھر کھنچ گئے۔

"میں تو آپ کی آمد سے اتنا سرور ہوں کہ اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کتنا غافل ہوں میں کہ شہزادے صاحب کے بارے میں پتا ہی نہ چلا۔ کاتو پھر کیا فیصلہ فرمایا حضور نے؟" نواب پوپٹ نے کہا۔

"نہیں جی نواب صاحب ہمیں ہمیں ملانے دیں پھر کبھی آپ سے ملاقات رہے گی۔" نواب صاحب نے پھر سوالیہ نگاہوں سے سیکریٹری کو دیکھا تو سیکریٹری نے جلدی سے کہا۔

"مطلب یہ کہ شہزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی ہمیں یہیں رہنے دیں آپ سے بھی تنہائی میں ملاقات ہو گی۔"

"بسر و چشم..... بسر و چشم بلکہ اگر حضور برا نہ مانیں تو کل خادم کے ساتھ ہی رات کی ضیافت قبول فرمائیں۔"

"ضیافت۔" شہزادہ ڈھمپ بے اختیار اچھل پڑا اور سیکریٹری نے جلدی سے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ رات کا آپ نواب صاحب کے ساتھ کھانا کھائیں۔"

"اوہ اچھا ٹھیک ہے اس سلسلے میں ہم کل دن میں جواب دیں گے۔" شہزادہ ڈھمپ نے کہا۔

"بسر و چشم..... بسر و چشم۔ کل دن میں حاضری دوں گا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ریاست ڈھمپ کے شہزادے یہاں آئیں اور ہمارے مراسم نہ بڑھیں۔ اجازت چاہتا ہوں۔" نواب صاحب کرسی کھسکا کر کھڑے ہو گئے اور پھر آداب کرتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔

نواب پوپٹ اپنی جگہ پہنچ گئے تھے۔ سب ہی ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ بھاری بھرکم شخص نے کہا۔

"جی نواب صاحب قبلہ ملاقات ہو گئی۔"

"ہاں جی خوش ہوا یہ عرصہ دراز کے بعد کسی ہم پلہ شخص سے ملاقات ہوئی ہے کیا شان ہے کیا گفتگو ہے۔ بھئی ہم تو عاشق ہو گئے فرشتوں جیسی معصومیت شہزادوں جیسی بے اعتنائی اس طرح اچانک مڈبھیڑ کرنا ایک شہزادے کی شان کے خلاف تھا اس لئے ضد نہ کی بہرحال خوب ہیں شہزادہ صاحب۔"

نواب صاحب بیٹھ گئے اس کے بعد یہاں کی محفل کا آغاز ہو گیا لیکن اہتمام دوسری طرف زیادہ تھا۔ شہزادہ ڈھمپ کی میز پر بھی کھانا لگ گیا تھا اور نگاہیں وہیں کا طواف کر رہی تھیں۔ کچھ لڑکیاں آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں۔

"تو ایسے ہوتے ہیں شہزادے۔"

"مگر یہ یہاں کیسے آ گیا؟ زیادہ تر شہزادے کے بارے میں ہی گفتگو ہوتی رہی تھی۔ اور نواب پوپٹ کی ساری شخصیت دب کر رہ گئی تھی۔ پھر شہزادہ ڈھمپ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ نگاہیں ان کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔

"کھانا تو کچھ بھی نہ کھایا انہوں نے۔" کسی نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہرحال وہ ایک شہزادے کا دستر خوان تھا۔"

نواب پوپٹ نے بھی اپنے میزبان سے اجازت طلب کر لی تھی۔ اور انہیں بڑے احترام سے رخصت کیا گیا تھا۔ باہر ان کی شاندار کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کے قریب پہنچ کر انہوں نے اپنے دونوں گارڈز سے کہا۔

"احمق کے بچو! تمہیں اس شہزادے کے بارے میں اطلاع کیوں نہیں ملی؟"

"وہ پس نواب صاحب لاعلم رخ نہیں ہوا۔" ان میں سے ایک نے شرمندگی سے کہا۔

"حساب میں درج کر لیا گیا ہے۔ تم میں سے دو یہاں رک جاؤ، کچھ اور انتظامات حویلی جا کر کریں گے۔ ایک ایک لمحے کی رپورٹ درکار ہو گی ہمیں اس شہزادے کے بارے میں تمہاری اس ناواقفیت کی جوابدہی بھی کرنی ہو گی۔" نواب صاحب کار میں بیٹھ گئے۔

باڈی گارڈز کے چہرے زرد پڑ گئے تھے اور وہ خوفزدہ نظر آنے لگے۔ پھر نواب صاحب کی کار روانہ ہو گئی۔ ننھی ننھی بوندوں نے کھلی کھڑکی دیکھ کر اندر کا رخ کیا اور زمرد کے چہرے پر بوچھار ہو گئی تھی۔ وہ اس اچانک حملے سے گھبرا کر ایک لمحے کے لئے پیچھے ہٹ گئی تھی لیکن پھر اس کے ہونٹوں پر لمبی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے کھڑکی بند نہیں کی بس اپنی جگہ چھوڑ دی جیسے دوبارہ انہی شوخ بوندوں کی منتظر ہو۔

گھر سے سیاہ بادل اس کی کمزوری تھے۔ نہ جانے کب سے وہ ان سیاہ بادلوں کا دیوانی تھی۔ اسے یاد بھی نہ تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے ان سیاہیوں کا اس کی زندگی سے کوئی گہرا تعلق ہو۔
وہ خوش تھی، بہت خوش تھی۔ بدلی ہوئی زندگی ایک خواب جیسی لگتی تھی۔ اسے یقین نہ آتا کہ اب کچھ ہو گیا ہے جیسے اس کی اسے توقع نہ تھی۔
اور اب وہ اس عظیم الشان حویلی نما کوٹھی میں رہتی تھی جو قدیم وجدید کا امتزاج تھی اور جسے نواب پوپٹ نے تعمیر کرایا تھا۔
زندگی کا ایک طویل دور تاریکیوں میں گزر رہا تھا۔ چھوٹے سے گھر کا ایک کمرہ ایک دالان صحن میں جھومتا ہوا نیم کا درخت جس کے پتوں سے برستی رم جھم اور رات کے گہرے سیاہ آسمان پر چمکتی بجلی جس سے پورا درخت دن کی روشنی جیسا ہو جاتا تھا۔ یہ سب کچھ اسے بہت پسند تھا۔ اسے اپنے دور کی عسرت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بابا اسکول ماسٹر تھے لہٰذا اسے اتنی بوچیوں کو کلام پاک پڑھاتی تھیں اور کلام پاک پڑھانے والے لوگ جھوٹے نہیں ہوتے۔ اس نے ماں سے جو کہانیاں سنی تھیں۔ ان پر اسے پورا یقین تھا اور وہ ان کہانیوں پر ایمان رکھتی تھی۔ وہ ساری کہانیاں سچ تھیں اور ان کا ثبوت آج تھا اس کی عمر پڑھتی گئی اور ماں کی کہانیوں کی زبان اور کہانیاں کچھ یوں تھیں۔
توفیق احمد یعنی اس کے بابا زمیندار تھے اور اس کے دادا کی بڑی شان تھی۔ دروازے پر ہاتھی جھومتے تھے ان کی حویلی کے احاطے میں اتنا بڑا باغ تھا کہ صبح سے شام تک گھومتے رہو دو بیٹے تھے ان کے رفیق احمد اور توفیق احمد۔ توفیق احمد بڑے تھے اور رفیق احمد چھوٹے۔ دادا نے تو پشتنی جائیداد میں کافی اضافہ کیا لیکن دونوں بیٹوں نے یہ سب بدل دی۔ وہ خالص زمیندار تھے اور انہیں جائیداد بڑھانے کی بجائے جائیداد گھٹانے سے دلچسپی تھی۔
توفیق صاحب کو رپس اور ہر طرح کے جوئے سے دلچسپی تھی اور وہ دولت کے انبار گھوڑوں سے باندھ کر دوڑا رہے تھے۔ توفیق احمد کا رنگ رنگ اور راگ راگنیوں سے عشق تھا۔ بہت سے استادوں کی وجہ سے نواب بن گئے اور بہت سی طوائفیں بیگمات۔ چنانچہ دولت کے پرلگ گئے اور وہ پرواز کرتی ہوئی نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔
دادا جان کے انتقال کے بعد کوئی رکاوٹ نہ رہی اور رفتہ رفتہ ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ یعنی دولت کی رکاوٹیں۔ فلاش میر بن گئے اور میر فلاش ہو گئے۔ اسی دوران میں توفیق صاحب کی شادی کی رسم بھی پوری ہو گئی اور شاہانہ بیگم کی تقدیر ان کے ساتھ چھوٹ گئی۔
آخری گھوڑا بھی دوڑتے دوڑتے کسی اور کی ملکیت بن گیا تو توفیق صاحب ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے۔ جب ادھر ادھر دیکھا تو کچھ نہ تھا۔
حیران رہ گئے۔ یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ سب کچھ اس طرح غائب ہو جائے گا۔ سارے گھوڑے ایک ایک کر کے بک چکے تھے۔ حویلی رہن رکھی جا چکی تھی اور حویلی کا قیمتی سامان پہلے ہی غائب ہو چکا تھا۔
اس سلسلے میں رفیق احمد صاحب نے بھی اپنا فرض پوری طرح ادا کیا تھا۔ تاج رنگ کے سارے اصولوں سے واقف ہو چکے تھے۔ ہر قسم کے رقص سیکھ لئے تھے اور بڑی طوائفوں کے سامنے ہیروں میں گھنگھرو باندھ کر کھڑے ہو جاتے تو طوائفیں دانتوں میں انگلیاں دبا لیتیں۔
پھر جب مہاجن نے حویلی کی قرقی کرا لی تو صورتحال بالکل ہی بدل گئی اور سر چھپانے کا ٹھکانہ بھی نہ رہا۔ ہر چیز دوسروں کی ملکیت بن چکی تھی۔ دونوں بھائی ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ رفیق احمد صاحب نے اپنے لباس میں گھنگھرو چھپا رکھے تھے لیکن توفیق احمد صاحب کے پاس تو وہ بھی نہ تھے سوائے ایک عدد بیوی کے جس پر کوئی اپنا حق نہیں جتا سکتا تھا۔
رفیق احمد نے قہقہہ لگا کر کہا۔
''بھائی صاحب ممبر سے پاس گھنگرو ہیں اور آپ کے پاس بھابی۔ کیا خیال ہے آپ عقل مند ہیں یا میں؟''
لیکن توفیق احمد کے پاس دینے کے لئے کوئی جواب نہیں تھا۔ تب رفیق احمد بولے۔
''برا نہ ہو بھائی صاحب ذرا دیر سے آنکھ کھلی لیکن اب ان کھلی آنکھوں سے کیا دیکھیں؟ میں تو چلا آپ اپنے آپ کو سنبھالئے۔''
لیکن بے چارے توفیق احمد صاحب اس وقت اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکے جب پیسہ موجود تھا تو آپ کیا سنبھالتے؟ بیوی تھی جو اس وقت گلے کا ہار تھی۔ کسی سپاس گزار نے ایک چھوٹا سا مکان رہنے کے لئے دے دیا لیکن توفیق احمد صاحب اس مکان میں نہ رہ سکے اور فرار ہو گئے خالی مکان میں شاہانہ بیگم تنہا رہ گئیں۔ ان کے مزید اقارب بھی مر کھپ گئے تھے اور اب کوئی نہیں تھا ان کا۔
''اب وقت تو شاہانہ بیگم پر پڑا تھا جن کے چاروں طرف گہری تاریکیاں تھیں۔ البتہ روشنی کی ایک کرن زمرد کی شکل میں نمودار ہوئی جسے توفیق صاحب ان کے وجود میں چھوڑ گئے تھے۔ زمرد کی پیدائش لاوارثوں کے انداز میں ہوئی لیکن شاہانہ بیگم نے انہیں لاوارث نہ رہنے دیا۔ بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کی ذمہ داری قبول کر کے انہوں نے اپنی روٹیوں کا بندوبست کرا لیا تھا۔
تین سال اسی طرح گزرے اور محض زمرد تو تلی زبان میں باتیں کرنے لگی پھر جب اس نے ایک بار چہچہا کر اپنے باپ کا نام لیا تو خدا نے فوراً ہی اس کی سن لی۔
توفیق احمد صاحب انہیں تلاش کرتے ہوئے واپس آ گئے۔ زمانے کی ٹھوکریں کھا کر آئے تھے سدھر گئے تھے اور اس کے بعد بیوی سے معافی مانگ کر پاکبازوں میں شامل ہو گئے۔ اب انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ انسانوں جیسی زندگی بسر کریں گے۔
چنانچہ انہوں نے بچوں کو نسانیت کا درس دینا شروع کر دیا اور ایک اسکول میں مدرس ہو گئے۔ چھوٹے سے گھر میں زندگی گزرنے لگی۔ شاہانہ بیگم کم نہیں تھا۔ شوہر تھا پتی تھی۔ ہاں کبھی کبھی وہ کہانیاں یاد آ جاتی تھیں جن کا تعلق حویلی سے تھا تو وہ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ جاتے تھے۔ ایسے موقعوں پر ننھی زمرد منہ سمجھ جاتی کہ سب کچھ ہونے کے باوجود ابا اور امی کیوں روتے ہیں؟
وقت گزرتا رہا اور زمرد تیرہ سال کی ہو گئی۔ اس صحن کے درخت کے نیچے لیٹے لیٹے وہ گہرے سیاہ بادلوں کو دیکھتی رہتی اور ان گہرے سیاہ بادلوں کا اس کی زندگی سے گہرا تعلق ہو گیا تھا۔ اس کی دعاؤں میں بڑا اثر تھا۔
ایک دن جب اس کی امی نے بدلی ہوئی کہانیاں سناتے ہوئے اسے کہا کہ ہو سکتا ہے زندگی اب پھر بدل جائے۔ خدا کو دیتے ہوئے دیر نہیں لگتی ہر وقت اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اس سے مانگتے رہنا چاہئے کیونکہ وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور زمرد نے ایک بار پھر ہاتھ پھیلا کر خدا سے عاجزانہ کہا کہ انہیں وہ سب کچھ دے دے جس سے ان کی امی اور ابو خوش ہو جائیں۔ پتا نہیں اس کان دعاؤں سے کیا تعلق تھا کہ چند ہی روز کے بعد توفیق صاحب خوشی سے پاگل واپس گھر پہنچے اور انہوں نے آ کر شاہانہ کو بتایا کہ رفیق واپس آ گیا اور اپنے ساتھ بہت کچھ لایا ہے۔
رفیق کی واپسی کی خبر شاہانہ بیگم کے لئے بھی خوشی کا باعث تھی۔ رفیق احمد واپس آئے تو کمال کی شے بنے ہوئے تھے۔ دھان پان سا بدن چہرے سے چمکتی داڑھی۔ چہرہ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ جسم پر اعلیٰ درجے کا لباس کچھ عجیب سا حلیہ بنا ہوا تھا ان کا۔
انہوں نے مسکراتے ہوئے بھائی بیگم کو بتایا کہ اب وہ رفیق احمد نہیں نواب پوپٹ ہیں اور نواب پوپٹ نے عالم پور میں شاندار کوٹھی تعمیر کرائی ہے۔
اس کے بعد بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ بھائی اور بھاوج اس چھوٹے سے گھر میں رہتے چنانچہ سب کے سب عالم پور پہنچ گئے۔ نئی جگہ نیا ماحول عالم پور کے بت خانہ اشاد تھے نواب پوپٹ اور عالم پور میں ان کا نہ جانے کیا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔
توفیق احمد صاحب کو انہوں نے کوشہ نشین کر دیا اور ہدایت کر دی کہ وہ بس خاموشی سے وقت گزارتے رہیں اور ان کا وقت پھر سے بدل گیا۔ زمرد کو وہ ساری کہانیاں مل گئیں جو ماں نے کبھی سنائی تھیں اور اب وہ ایک شہزادی کی مانند اس حویلی نما کوٹھی میں زندگی بسر کر رہی تھی۔ دنیا کی ہر آسائش اسے مہیا کر دی گئی تھی۔
وقت کے ساتھ ساتھ وہ جوانی کی منزل میں پہنچ گئی تھی لیکن طبیعت میں وہی انکسار اور عاجزی تھی۔ فطرتاً بہت ہی نرم خو بہت سے ملازمین تھے جن میں لڑکیاں بھی تھیں۔ خاص طور سے ان لڑکیوں کو زمرد کے لئے رکھا گیا تھا تاکہ اس کا دل بہلا رہے۔ ان سب کے درمیان وہ درحقیقت شہزادیوں کی سی زندگی گزار رہی تھی۔
جب بھی گھر سے بابل آتے اس کے ذہن میں وہ کہانیاں گردش کرنے لگتیں جن کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ وہ سچ تھیں یا آج کی کہانی سچ ہے۔
نواب پوپٹ کے مشاغل معمول کے مطابق تھے رقص و موسیقی کی محفلیں اب بھی اسی طرح جاری رہتی تھیں اور بے شمار لوگ ان سے ملتے آتے رہتے تھے۔ حویلی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ بالکل اندرونی تھا جس میں شاہانہ بیگم توفیق صاحب اور زمرد رہتے تھے۔ دوسرا حصہ بیرونی تھا جہاں نواب پوپٹ کا رنگ تھا اور یہاں ہر طرح کے لوگ آتے رہتے تھے۔ اس حصے سے گھنگرو کی آوازیں سازوں کی آوازیں ابھرتی رہتی تھیں۔ نواب پوپٹ کا ذریعہ معاش معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ ہاں بس اتنا پتہ چلا تھا کہ عالم پور کے نواح میں ان کی کافی زمینیں بکھری ہوئی ہیں اور ان زمینوں کے مزارع ان کے پاس آتے رہتے تھے۔ دولت کی ریل پیل تھی کوئی ایسی پریشانی نہیں تھی جس سے ان کی پیشانی شکن آلود ہوتی۔
توفیق صاحب نے کئی بار نواب پوپٹ سے ان کے کاروبار کے بارے میں دریافت کیا تھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''بس بھائی جان اپنے سوالات میں رہتے رہئے۔ اللہ کا نام لیتے رہیں باقی سب خیریت ہے میں کیا کرتا ہوں؟ کیسے کرتا ہوں بس کر کم ایسے سوالات مجھ سے نہ کیا کریں۔''
توفیق صاحب خاموش ہو گئے تھے۔ بھائی کی راج دھانی میں راج کر رہے تھے۔ چنانچہ اس کی بات ماننا بھی ضروری تھا۔ خود زمرد نواب پوپٹ سے بے تکلف تھی اور نواب صاحب بھی اس سے بہت محبت کرتے تھے لیکن اس سلسلے میں کچھ پابندیاں قائم کر دی گئی تھیں جن کا احترام گھر کے ہر فرد کے لئے کرنا ضروری تھا۔ توفیق احمد صاحب نے زمرد سے بھی یہی کہا تھا کہ وہ ان پابندیوں کا خیال رکھے لیکن نواب پوپٹ جس طرح زمرد سے پیش آتا تھا اسے مدنظر رکھتے ہوئے زمرد نے کبھی اس کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی تھی البتہ بیرونی بنگاموں سے وہ ذرا الگ تھلگ ہی رہتی تھی اور اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ یہ ہنگامے کیسے ہوتے ہیں؟
پھر نہ جانے کیوں ایک دن اس کی طبیعت مچل گئی باہر رقص و موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں، گھنگھروؤں کی جھنکار فضا میں گردش کر رہی تھی اور ایک عجیب سا سماں بندھ گیا تھا۔ زمرد آج اپنے آپ پر قابو نہ پا سکی اور وہ چھپتی چھپاتی اس جانب چل پڑی۔ توفیق صاحب اور شاہانہ بیگم اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔ زمرد خاموش گردشوں سے گزرتی ہوئی ایک ایسے کمرے کے عقب میں پہنچ گئی جہاں سے گھومنے کے بعد وہ ایسی جگہ جا سکتی تھی جہاں ایک بڑا ہال بنا ہوا تھا۔ رقص و موسیقی کی محفلیں اسی کمرے میں جمتی تھیں وہ اس کمرے کے عقب میں پوشیدہ ہو کر کھڑکی سے اندر جھانکنے لگی۔
یہ کمرہ وہاں نہیں تھا جہاں یہ سب کچھ ہنگامہ خیزیاں ہو رہی تھیں بلکہ اس کے عقبی حصے میں بنا ہوا ایک کمرہ تھا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور زمرد پردے کی جھری سے اندر جھانک رہی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے اندر دیکھا' وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہاں کون کیا کر رہا ہے؟ لیکن جو کچھ اس نے دیکھا اس سے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تھوڑے دن قبل ایک معزز مہمان کوٹھی میں آ کر ٹھہرا تھا اور نواب پوپٹ نے اس کا بہترین استقبال کیا تھا۔ وہ ایک خوش رو اور جوان العمر آدمی تھا۔ بہت ہی سنجیدہ مزاج' نواب پوپٹ سے ہی اس کے تعلقات رہے تھے اور گھر کے کسی بھی فرد کو اس سے بے تکلف ہونے کی اجازت نہ تھی۔
زمرد کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا لیکن اس وقت اس نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ کمرے میں ایک لکڑی کا کراس بنا ہوا تھا اور اس شخص کو اس کے کراس سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس کی کلائیاں کراس کے اوپری حصوں پر رسی سے بندھی ہوئی تھیں اور دونوں پاؤں نیچے بندھے ہوئے تھے جسم تقریباً برہنہ تھا صرف انڈر ویئر میں ملبوس تھا اور نواب پوپٹ اس کے سامنے ہاتھ میں کوڑا لئے کھڑا تھا۔ تین آدمی اس کے آس پاس موجود تھے۔ نواب پوپٹ اسے دیکھ رہا تھا جب زمرد نے غور سے دیکھا تو اسے مہمان کے جسم پر سرخ دھاریاں نظر آئیں جن سے خون رس رہا تھا۔ زمرد کا جسم کانپ گیا۔ نواب پوپٹ جیسی مرنجاں مرنج شخصیت ایسا کام بھی کر سکتی ہے پھر شراب کی ایک آواز کے ساتھ ایک ہلکی چیخ ابھری اور ایک اور کوڑا اس کے جسم پر ایک اور دھاری بناتا ہوا گر گیا۔ نواب پوپٹ مدھم لہجے میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا لیکن نوجوان نے مضبوطی سے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے۔
نواب پوپٹ نے اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر رقص کے انداز میں پورا زور کھڑا ہو گیا۔ عجیب جنونی کیفیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے دو چار پینترے اس انداز میں بدلے جیسے رقص کر رہا ہو اس کے بعد اس کے ہاتھ شرابی شراب پر چلنے لگے۔
زمرد کے جسم نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ وہ سکتے کے سے عالم میں نواب پوپٹ کو دیکھ رہی تھی۔ بہ وقت بننے بنانے والا نواب پوپٹ کس قدر خونخوار نظر آ رہا تھا۔ زمرد کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ تا تھا اس کا پتا' اس کا محبت کرنے والا شفیق چچا جس نے انہیں زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کر دی تھیں۔ ایک ایسی شخصیت بھی رکھتا ہو گا زمرد نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔
وہ اپنی جگہ پتھر کے بت کی مانند ساکت کھڑی رہی۔ نواب پوپٹ اس شخص پر کوڑے برساتا رہا اور پھر اس نے کوڑا ایک جانب پھینک دیا۔ اپنے آدمیوں سے کچھ کہا۔ وہ شخص بے ہوش ہو گیا تھا۔ زمرد کو ایک دم ہوش سا آ گیا اور وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ہال سے رقص اور موسیقی کی آوازیں برابر ابھر رہی تھیں اور کوئی رقاصہ اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھی لیکن اس مظاہرے کے عقب میں یہ سب کچھ ناقابل یقین تھا۔
زمرد لرزتے قدموں سے اندر آ گئی اور اس کے بعد اسے ٹوٹ لگ گئی۔ اس نے کسی سے اس واقعے کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا لیکن اب وہ اکثر رات کی تاریکی میں نواب پوپٹ کے رہائشی حصے کا طواف کرتی رہتی تھی۔
ایک رات اس نے ایک اور منظر بھی دیکھا۔ اسی کمرے میں جس کمرے میں اس نوجوان کو اذیت دی گئی تھی۔ جس کا دوسرے دن سے کوئی پتا نہیں چل سکا تھا ایک اور شخص نظر آ رہا تھا۔ یہ سیاہ لباس میں ملبوس تھا اور بلند قد و قامت کا مالک تھا چہرے پر سیاہ نقاب چڑھی ہوئی' نواب پوپٹ اس کے سامنے اس طرح سہما ہوا بیٹھا تھا جیسے قصائی کے سامنے بکری۔ وہ شخص غرائی ہوئی آوازیں کچھ کہہ رہا تھا' لیکن چونکہ کھڑکی کے شیشے بند تھے اس لئے اس کی آواز باہر تک نہیں آ رہی تھی البتہ پردے کی جھری سے اندر کا منظر بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر وہ شخص نواب پوپٹ سے کچھ کہتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے واپس چلا گیا۔
دوسرے دن زمرد نے نواب پوپٹ کو بیمار دیکھا۔ انہیں بخار آ گیا تھا۔ زمرد یہ تمام حالات سینے میں دبائے خاموشی سے اپنے دل پر جبر کرتی رہی۔ باپ سے کہنا کچھ مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن اس کے دل میں ایک احساس جاگزیں ہو گیا تھا۔ نواب پوپٹ جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ قانونی نہیں ہے۔ لیکن لیکن وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ نواب پوپٹ سے کچھ کہتی تو اس سے باز پرس کی جا سکتی تھی کہ اس نے ان کے احکامات پر عمل کیوں نہیں کیا۔ ماں باپ جس طرح کسمپرسی کے عالم میں زندگی بسر کر رہے تھے اور جس طرح انہیں اب ایک نئی زندگی ملی تھی اسے ضائع کرنا زمرد کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ نواب پوپٹ کی شخصیت سے آشنا ہو گئی ہے تو شاید ان کے لئے اس گھر میں کوئی جگہ نہ رہے چنانچہ سب کچھ اس نے خاموشی سے ہی برداشت کیا تھا لیکن اپنے تجسس کو وہ کسی بھی طرح نہیں دبا پا رہی تھی اور اکثر رات کی تاریکی میں اپنا یہ کام انجام دیتی رہتی تھی اور کبھی اس نے بہت سے ایسے مناظر دیکھے تھے جن

کو دیکھ کر اس کا دل لرز لرز جاتا تھا اور وہ سوچتی رہتی تھی کہ ایک دن اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہو جائے گا اور انہیں ایک مرتبہ پھر اسی زندگی میں واپس لوٹنا پڑے گا لیکن مجبوری تھی کیا کرتی؟ آج بھی اس کی ذہنی کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس نے کوٹھی میں ایک ہنگامہ خیزی دیکھی تھی اور باورچی خانے میں بھی عجیب قسم کا اہتمام ایسا ہی اہتمام اس دن بھی ہوا تھا جب وہ مہمان یہاں آیا تھا۔ جس کا بعد میں کوئی پتا نہیں چل سکا تھا۔

زمرد کے ذہن میں ایک سوال ابھرا۔ کیا کوئی اور بدنصیب یہاں آ رہا ہے اور کیا اس کے ساتھ بھی وہی سب کچھ ہوگا؟

اس نے آسمان کی جانب دیکھا۔ ننھی ننھی بوندیں آج بھی آسمان سے زمین کی جانب گر رہی تھیں۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کھڑکی بند کر دی۔ کیا کروں؟ کیا کروں؟ کیا کرنا چاہئے مجھے اس سلسلے میں؟ کیا میں اس جرم کی شریک کار رہوں یا اس سے کسی کو آگاہ کر دوں مگر کیسے؟ اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا اس کے پاس۔

❁❁❁

نواب پوپٹ سیرگاہ پہنچ گئے اور پھر انہیں شہزادہ وڈھمپ تک رسائی حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ شہزادہ وڈھمپ ایک کرسی پر اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے دونوں سیکریٹری ادھر ادھر ایستادہ تھے۔ نواب پوپٹ منیجر کے ساتھ اندر داخل ہوئے تو شہزادہ وڈھمپ نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا۔

''آیئے تشریف لایئے۔'' انہوں نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے کہا۔

نواب پوپٹ جھک کر آداب کرنے لگے تھے۔ وڈھمپ نے مسکراتے ہوئے اپنے سیکریٹری کی طرف دیکھا اور بولا۔

''کورنش، کورنش بجالا رہے ہیں؟''

''جی شہزادے صاحب۔'' ایک سیکریٹری نے جواب دیا۔

''ہم کیا بجالائیں؟'' شہزادہ وڈھمپ نے رازداری سے پوچھا۔

''آپ ان سے کرسی سے اتر کر مصافحہ کریں۔'' سیکریٹری نے کہا۔

''مصافحہ؟'' شہزادہ وڈھمپ نے پریشان انداز میں سیکریٹری کو دیکھا۔

''ٹھیک ہینڈ شیک ہینڈ۔'' سیکریٹری نے جواب دیا اور شہزادہ صاحب نے کرسی سے چھلانگ لگا دی اگر نواب صاحب اچھل کر ایک طرف نہ ہٹ جاتے تو یہ چھلانگ انہی کے اوپر لگائی گئی تھی۔

شہزادہ صاحب دوڑتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بمشکل تمام ہاتھ ٹکا کر اپنے آپ کو روکا اور پھر کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولے۔

''ذرا سی غلطی ہوگئی معافی چاہتے ہیں نواب صاحب۔''

''نہیں حضور، نہیں شہزادے صاحب کوئی حرج نہیں ہے۔ بخدا آپ سے مل کر دلی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ویسے میں کل کئے ہوئے وعدے کے سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔''

''جی جی فرمایئے ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟'' شہزادہ وڈھمپ نے سوال کیا۔ وہ اس طرح اٹک اٹک کر سیکریٹری کی طرف دیکھتے لگتا تھا جیسے اپنے اثاثوں کی تصدیق چاہتا ہو۔

''حضور شہزادہ صاحب! عالم پور میں آپ کی آمد پر سے لئے جس قدر باعث مسرت ہو سکتی ہے کسی اور کے لئے کہاں؟ اور پھر یہ میری بدقسمتی ہے کہ حضور نے ہوٹل میں قدم رنجا فرمایا اس کے لئے خادم کی رہائش گاہ سے موزوں تھی اگر شرف عزت بخشا جائے تو خادم کی رہائش گاہ ہی میں قیام فرمایئے کا کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اس کا عہدہ نواب پوپٹ کرتا ہے۔''

''سیکریٹری ذرا تترجمہ۔'' شہزادہ وڈھمپ نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا اور سیکریٹری آسان الفاظ میں انہیں نواب صاحب کی بات کا مطلب سمجھانے لگا۔

''یہ فیصلہ تو آپ کی رہائش گاہ دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ ویسے ہم آپ کو دعوت نہیں چاہتے۔''

''بوجھ؟'' اس بار نواب صاحب چکرا گئے۔

''تکلیف تکلیف۔'' سیکریٹری نے جلدی سے کہا۔

''اوہ نہیں شہزادہ صاحب مجھے کوئی بوجھ نہیں ہوگی۔'' نواب صاحب نے وہی جملہ دہرانے کی کوشش کی۔

''ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے اس لئے آپ کے گھر ضرور جائیں گے۔ سیکریٹری تیاریاں کرو۔'' شہزادہ وڈھمپ نے حکم دیا اور سیکریٹری ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

شہزادہ صاحب کے لباس نکالے گئے اور اس کے بعد شہزادہ صاحب اس لباس کو تبدیل کرنے کے لئے غسل خانے میں داخل ہو گئے۔

نواب صاحب انتظار کرتے رہے تھے۔ باہر ان کے آدمی بھی موجود تھے لیکن کمرے میں وہ تنہا ہی آئے تھے تھوڑی دیر بعد جب شہزادہ صاحب غسل خانے سے برآمد ہوئے تو نواب صاحب نے ایک گہری سانس لی تھی۔ بہت ہی چمکیلا اکڑ کیلا لباس تھا جس کپڑے کا لباس پہنا گیا تھا اسی کی ایک خاص قسم کی ٹوپی سر پر مندھ دی گئی تھی جس میں آگے کی سمت تین پر لگے ہوئے تھے۔ شہزادہ وڈھمپ بالکل بندر نظر آ رہے تھے۔ نواب صاحب نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر بولے۔

''حضور! جامہ زیبی تو آپ پر ختم ہے۔''

''پپ، پاجامہ۔'' شہزادہ صاحب نے جلدی سے اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں جامہ، جامہ۔''

''سیکریٹری۔''

''حضور آپ کے لباس کی تعریف کر رہے ہیں۔'' سیکریٹری نے جلدی سے بتایا۔

''اوہ اچھا شکریہ۔ شکریہ۔ تو ہم تیار ہیں۔ سیکریٹری کیا تم بھی تیار ہو؟''

''جی۔''

''تو پھر چلئے نواب صاحب۔'' شہزادہ صاحب نے کہا اور نواب صاحب نے چھڑی اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔

نواب صاحب نے گہری نگاہوں سے شہزادے کا جائزہ لیا۔ شہزادہ صاحب واقعی اس وقت قابل دید شخصیت نظر آ رہے تھے۔ عجیب سی ٹوپی پھر چمکیلا لباس اور اس کے ساتھ ساتھ کانوں میں بالے جو عجیب قسم کے تھے لیکن بہت ہی قیمتی معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ ہوٹل سے باہر نکلے تو بہت سے قہقہے ان کا تعاقب کرنے لگے اور شہزادہ وڈھمپ ان تمام قہقہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بلا آخر نواب پوپٹ کی گاڑی تک پہنچ گئے۔ نواب صاحب نے خود ہی دروازہ کھولا تھا۔ ان کے باڈی گارڈ دوسری کار میں آ رہے تھے۔ البتہ دونوں سیکریٹری شہزادہ صاحب کے ساتھ ہی گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھ گئے تھے۔ گاڑی ڈرائیور نے اسٹارٹ کر کے بڑھا دی اور شہزادہ وڈھمپ کہنے لگے۔

''آپ کا یہ شہر ہمیں بڑا چوں پی لگتا ہے۔''

''جی؟''

''مطلب یہ کہ خوبصورت لگتا ہے۔'' سیکریٹری نے فوراً ہی جواب دیا۔

''او شکر یہ شہزادہ صاحب آپ کو پسند آیا اس شہر کی عزت بڑھ گئی۔'' نواب پوپٹ نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی کار اس خوبصورت اور عالیشان کوٹھی میں داخل ہو گئی جو اپنی مثال آپ تھی۔ دونوں طرف ہرے بھرے لان تھے۔ اس کے بعد دہری پکی سڑک تھی جس پر کار آتی جاتی تھی۔ درمیان میں سرخ بجری کی روش بنی ہوئی تھی جو صدر گیٹ تک جاتی تھی۔

کار کو پورچ میں روک دیا گیا۔ باڈی گارڈ بھی ساتھ ہی آئے تھے۔ اور اس کے بعد نواب صاحب نے خود شہزادہ صاحب کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ شہزادہ صاحب نیچے اترے اور دفعتاً ہی ان کے دونوں پاؤں سیدھے ہو گئے اور وہ پھسلتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ دونوں سیکریٹری دوڑے اور انہوں نے شہزادہ صاحب کو گرنے سے پہلے ہی بغلوں سے تھام لیا تھا۔ شہزادہ صاحب مسکراتے ہوئے پلٹے تھے پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''معاف کیجئے گا نواب یہ ہماری پرانی دھنیں چک ہے۔''

''جی؟''

''مطلب یہ کہ عادت۔'' سیکریٹری نے جواب دیا۔

''او لیکن صاحب کمال ہیں آپ اس طرح تیرتے ہوئے چلے گئے جیسے برف پر پھسل رہے ہوں۔'' نواب صاحب نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

''ہمیں رقص و موسیقی سے بڑی دلچسپی ہے اور یہ رقص ہی کی عنایت ہے کہ ہم گرنے سے بار بار بچ جاتے ہیں۔''

''واہ شہزادہ صاحب! یہ کہہ کر تو آپ نے جی خوش کر دیا اگر آپ کو رقص و موسیقی سے دلچسپی ہے تو میں آپ کو رقص و موسیقی کے ایسے فن دکھاؤں گا کہ آپ عش عش کر اٹھیں گے۔''

''اش، اش۔'' شہزادہ صاحب نے دونوں گال پھلا کر آہستہ آہستہ کہا اور نواب صاحب جلدی سے بولے۔

''میرا مطلب ہے آپ بے ساختہ دوڑیں گے۔''

''او کیا کریں ابھی اس زبان کے مشکل الفاظ ہمیں سمجھ نہیں آتے۔''

نواب صاحب شہزادہ صاحب کو اندر لے گئے۔ سیکریٹری ساتھ ساتھ تھے۔ باقی لوگ پیچھے ہی رہ گئے تھے اور پھر نواب صاحب نے ایک خوبصورت آرام دہ کمرے میں شہزادہ صاحب کو پہنچا دیا۔

''اگر حضور نے یہاں قیام فرمانے کی پیشکش قبول کر لی تو یہ خواب گاہ آپ کے شایان شان ہوگی۔''

''بھئی بہت اچھی بہت عمدہ، اسے دیکھ کر تو یہی جی چاہتا ہے کہ یہیں رہ پڑیں۔''

''اس سے زیادہ خوش بختی میرے لئے اور کچھ نہ ہوگی۔'' نواب صاحب نے جواب دیا اور اس کے بعد کہنے لگے۔ ''سیکریٹری آپ لوگ یہیں شہزادہ صاحب کے ساتھ رہیں۔ میں کچھ انتظامات کروں، دوپہر کے کھانے پر میں نے کچھ اور مہمانوں کو بھی بلایا ہے۔''

''ٹھیک ہے نواب صاحب آپ تشریف لے جایئے۔'' سیکریٹری نے جواب دیا اور نواب صاحب باہر نکل گئے۔

شہزادہ صاحب اطمینان سے مسہری پر دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے تھے جو بلا شبہ طرز تعمیر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔

''اور اب ہم حضور سے یہ سوال کریں گے کہ کیا حضور یہاں قیام فرما پسند کریں گے؟''

''بھئی نواب صاحب آپ اتنے تکلف سے یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں، ہم انکار کیسے کر سکتے ہیں؟ کیوں سیکریٹری؟''

''جی حضور شہزادہ صاحب! درست فرمایا آپ نے، بول کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے اور پھر وہاں انسان کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔''

''تو پھر ٹھیک ہے ہمارا سامان منگوا لیا جائے۔'' شہزادہ وڈھمپ نے جواب دیا اور نواب پوپٹ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

''یہ خدمت ندوی انجام دے لگا۔''

''نہیں ندوی کو تکلیف نہ دیں۔ ہم یہ کام خود انجام دے لیں گے۔'' شہزادہ صاحب بولے۔

''میرا مطلب ہے کہ میں خود یہ کام کروں گا۔''

''او اچھا اچھا آپ معاف کیجئے گا نواب صاحب۔'' شہزادہ صاحب نے جواب دیا۔ نواب پوپٹ نے نیازمندی سے گردن جھکا لی تھی۔

دوپہر کا کھانا بڑے اہتمام سے لگایا گیا اور اس وقت کھانے کی میز پر بہت سے مہمان موجود تھے جن سے نواب پوپٹ نے شہزادہ وڈھمپ کا تعارف کرایا اور وڈھمپ دوسروں کے لئے قہقہوں کا سامان بنتا رہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگ اپنے قہقہے ضبط کر رہے تھے۔ دونوں سیکریٹریوں کے لئے بھی ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ دوپہر کے بعد مہمان رخصت ہو گئے تو نواب صاحب نے شہزادہ وڈھمپ سے پوچھا۔

''حضور قیلولہ فرماتے ہیں؟''

''نہیں ابھی ہماری شادی نہیں ہوئی۔'' شہزادہ ڈھمپ نے شرماتے ہوئے کہا اور نواب پوپٹ تعجب سے انہیں دیکھنے لگے۔

''قیلولے کا شادی سے کیا تعلق؟''

''بڑے شریر ہیں آپ۔ ایسی باتیں پوچھی نہیں جاتیں۔'' شہزادہ ڈھمپ نے جواب دیا اور نواب پوپٹ گردن کھجاتے ہوئے سر ہلانے لگے پھر بولے۔

''میرا مطلب ہے حضور دوپہر کے کھانے کے بعد سوتے تو نہیں ہیں؟''

''نہیں ہم صرف رات کے کھانے کے بعد سوتے ہیں۔'' شہزادہ ڈھمپ نے جواب دیا۔

''تو پھر آیئے کچھ گفتگو ہی ہو جائے۔''

''جی ضرور ضرور مگر سیکریٹری۔''

''نہیں یہ گفتگو تنہائی ہی میں ہو تو بہتر ہے۔''

''ہائے اللہ ہم کو تنہائی سے ڈر لگتا ہے۔'' شہزادہ صاحب نے کانپتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں شہزادہ صاحب میرے اور آپ کے علاوہ وہاں کوئی نہیں ہوگا۔

''ٹھیک ہے آپ ہمارے میزبان ہیں۔'' شہزادہ ڈھمپ نے جواب دیا اور نواب صاحب ان کی قیام گاہ میں آ گئے۔

''شہزادہ حضور آپ کو ایک ٹکا دیکھتے ہی نجانے کیوں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ بالکل اپنے ہوں ویسے ریاست ڈھمپ کے بارے میں ہمیں کچھ تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔''

''آہا! ابا حضور تفصیل معلوم ہی کیسے ہونے دیتے ہیں۔ ہم پر بھی سخت پابندیاں قائم رہتی تھیں۔ وہ تو یوں کہئے کہ اس بار بس موقع مل گیا۔''

''کیوں آپ کے ابا حضور بہت سخت ہیں؟''

''سخت ہائے نہیں سخت کہہ کر سختی کی توہین نہ کیجئے۔ سنا ہے ہیرا سب سے سخت چیز ہوتی ہے لیکن ہمارے ابا حضور ہیرے سے بھی زیادہ سخت ہیں۔''

''خوب، ویسے ڈھمپ۔''

''عرض کیا ماں کہ ڈھمپ کے بارے میں خود ہمیں بھی معلومات حاصل نہیں ہونے دیجاتیں تو آپ کو کیا بتا سکیں گے۔''

''میرا مطلب ہے وہ کہاں واقع ہے؟''

''ہمالیہ کی ترائیوں میں۔'' شہزادہ ڈھمپ نے جواب دیا۔

''اُفوہ اس کا مطلب ہے آپ کو خاصا طویل فاصلہ طے کرنا پڑا ہے۔''

''دراصل ہم اپنی دنیا سے اکتا گئے تھے۔ ہمیں کبھی اس علاقے سے باہر نہیں آنے دیا گیا اور وہیں ہماری چی پوں کی جاتی رہی ہے۔''

''چی پوں؟''

''جی ہاں چی پوں، چی پوں پوں پوں۔'' ڈھمپ نے پریشان لہجے میں کہا اور نواب صاحب اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔

''نہیں سمجھے آپ چی پوں؟'' ڈھمپ بولا۔

''جی وہ آپ کی زبان کا لفظ ہے۔''

''اسی لئے ہم سیکریٹری کو ہر وقت ساتھ رکھتے ہیں۔ چی پوں، چی پوں ہوتی ہے ہم کیا کہیں؟''

''ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ ویسے شہزادہ حضور نے عالم پور کا ہی قصد کیوں فرمایا؟''

''کیا فرمایا؟'' شہزادہ حیرت سے بولا۔

''قصد، قصد۔ میرا مطلب ہے یہیں آپ کیوں تشریف لائے؟''

''آپ کو ہا گوارگز رہا ہمارا آنا؟'' شہزادے نے زردہ لہجے میں کہا۔

''ارے نہیں، نہیں آپ کی آمد سے تو میں اتنا خوش ہوا ہوں کہ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میں نے آپ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو ہوٹل میں نہ رہنے دیا کیونکہ وہ جگہ آپ کے رہنے کے قابل نہیں تھی۔''

''ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں قبلہ نواب پوپٹ۔'' شہزادہ صاحب نے سعادت مندی سے کہا۔

''آپ یہاں آرام سے قیام فرمایئے آپ کو کوئی دقت نہ ہوگی۔ ویسے ان دو سیکریٹریوں کے علاوہ آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے؟''

''یہ دو ہی بہت زیادہ ہیں۔ ان سے بھی زیادہ ہوتے تو ہم زندہ نہ رہ پاتے۔''

''اوہو اچھا، اچھا غالباً یہ آپ کے والد صاحب کے مقرر کردہ ہوں گے؟''

''کیا کردہ ہوں گے؟'' شہزادے نے پھر حیرت سے نواب صاحب کو دیکھا۔

''میرا مطلب ہے آپ کے والد صاحب نے انہیں آپ کے ساتھ بھیجا ہوگا۔''

''ان میں سے ایک ہمارا سیکریٹری خاص ہے اور دوسرا عام یعنی والد صاحب کا بھیجا ہوا۔''

''آپ کے مشاغل میں تو یہ لوگ حارج نہیں ہوتے؟''

''نہیں ہم نے انہیں رشوت دے کر خاموش کر دیا ہے۔''

''خوب بہت خوب۔ ویسے آپ کے یہاں مشاغل کیا رہیں گے؟ میرا مطلب ہے آپ کو سیر و سیاحت سے دلچسپی ہے؟ ناچ رنگ سے شغف ہے؟ یا اور کوئی بھی خدمت کی جائے آپ کی۔''

''آہا ناچ رنگ ہمیں موسیقی سے بہت فلوش ہے۔'' شہزادہ ڈھمپ نے جواب دیا۔

''فلوش۔'' نواب پوپٹ زیر لب بڑبڑائے۔

''جی ہاں بلکہ ہم تو خود بھی رقص کرنا جانتے ہیں۔ ایک رقاصہ تھی ہمارے والد حضور کی خریدی ہوئی۔ ہم نے اس سے رقص بھی سیکھا ہے۔''

''کیا واقعی؟'' نواب پوپٹ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''جی ہاں چن من بھائی رقص کرنے میں بڑی ماہر تھی۔''

''چن من بھائی؟''

''جی ہاں جی ہاں یہاں رقاصاؤں کو بھائی بھی کہتے ہیں۔''

''بھائی نہیں بائی۔''

''اب ہم کیا جانیں، بس چن من نے ہمیں رقص سکھایا تھا اور وہ رقص کی بڑی ماہر تھی۔ سنا ہے کہ اس کے جسم میں ہڈی نہیں تھی۔''

''تب تو آپ کے ساتھ بڑا اچھا وقت گزرے گا آج رات کو میں آپ کے لئے مجرے کا بندوبست کروں گا۔''

''نہیں ہم یہیں ٹھیک ہیں۔ مجرے کی ہمیں کیا ضرورت ہے؟''

''اوہو مجرہ نہیں مجرہ یعنی رقص و موسیقی کا پروگرام۔''

''اوہ آپ بہت نفیس انسان ہیں۔ قبلہ نواب صاحب آپ سے مل کر واقعی خوشی ہو رہی ہے۔''

''میں خود بھی رقص کرتا ہوں شہزادے صاحب آپ میرا بھی رقص دیکھئے گا۔''

''اے نہیں آپ پھر شرارت کر رہے ہیں۔''

''یقین کریں میں نے اپنی آدھی زندگی رقص و موسیقی کی تربیت میں صرف کی ہے۔''

''باقی آدھی کا کیا کریں گے؟''

''بس ٹھیک ہے گزر رہی ہے۔ میں بہت بڑے بڑے رقص کے مقابلوں میں حصہ لے چکا ہوں۔ بڑی بڑی طوائفیں مجھے اپنا استاد مانتی ہیں۔ آپ کو آج اپنے فن کا مظاہرہ دکھاؤں گا لیکن ایک شرط ہے آپ بھی رقص فرمائیں گے۔''

''ہمیں صرف ڈھمپیا آتا ہے۔''

''جی کیا آتا ہے؟''

''ڈھمپیا، یہ ہمارا قومی رقص ہے۔''

''اوہو اچھا تب تو آپ کا یہ ڈھمپیا ضرور دیکھیں گے ہم۔ اب آپ ذرا آرام فرمایئے، میں کچھ وقت چاہتا ہوں۔''

''ضرور ضرور۔'' شہزادہ ڈھمپ نے جواب دیا اور نواب صاحب باہر نکل آئے۔

یہاں سے وہ اپنے ایک مخصوص حصے میں پہنچے تھے پھر انہوں نے کمرہ اندر سے بند کیا اور اس کمرے میں داخل ہو گئے جس کی عقبی کھڑکی باہر کھلتی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد انہوں نے ایک میز کی دراز کھولی اور پھر اس کا ایک بٹن دبایا میز کی سطح الٹی ہو گئی تھی اور اس کے اوپر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نظر آ رہا تھا۔ نواب پوپٹ نے ٹرانسمیٹر کے کچھ بٹن آن کئے اور اس کے بعد کلپ کانوں پر چڑھا لئے چند لمحات سرسراہٹیں سنائی دیتی رہیں پھر ایک آواز ابھری۔

''ہاں بول رہا ہوں۔''

''این پی۔''

''جانتا ہوں۔'' دوسری طرف سے وہی آواز ابھری۔

''ابھی ظاہر ہے اس کے بارے میں زیادہ تفصیلات تو نہیں معلوم ہو سکیں لیکن میں اسے اپنی کوٹھی میں لے آیا ہوں اور وہ یہاں قیام کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔''

''اس کے ساتھ کتنے افراد ہیں؟''

''کہتا ہے دو سیکریٹری ہیں اور کوئی نہیں ہے۔''

''نام تم اس پر نگاہ رکھو گے۔ اگر کوئی مشکوک شخصیت ہو تو پھر اس پر تو جو دینا ورنہ تم اسے مجھ سے اجازت لئے بغیر بھگا سکتے ہو۔ میں ان دنوں مصروف ہوں۔ جب تک کوئی بہت ہی اہم بات نہ ہو مجھ سے رجوع مت کرنا۔''

''بہت بہتر جناب اور کوئی حکم؟''

''نہیں۔'' دوسری طرف سے جواب ملا اور نواب پوپٹ نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

اس کے بعد اس نے اطمینان سے میز کی سطح واپس ہموار کی اور اس کمرے سے نکل آیا تھا۔

❁❁❁

عمارت زیادہ کشادہ نہیں تھی لیکن خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ عالم پور میں ایسی عمارتیں کم ہی تھیں۔ ویسے عالم پور میں اچھے خاصے متمول لوگ رہتے تھے لیکن جو یہاں کے قدیم باشندے تھے ان کے مکانات بھی اسی وقت کے تعمیر کئے ہوئے تھے جب عالم پور کو یہ حیثیت حاصل نہیں تھی۔ نئی آبادیاں البتہ جدید طرز تعمیر پر مشتمل تھیں۔ اور یہاں زیادہ تر وہ لوگ رہتے تھے جو کہیں اور سے عالم پور آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ایسی کئی آبادیاں عالم پور کے نواحات میں بن گئی تھیں لیکن پھر یہ نواحی علاقے نواحات نہیں رہے اور وہاں بازار وغیرہ بن گئے۔ اس طرح عالم پور میں کافی وسعت ہو گئی تھی۔

چنانچہ یہ عمارت بھی عالم پور کے ایک نواحی علاقے ہی میں تھی اور اس نواحی آبادی میں زیادہ تر کاروباری لوگ رہتے تھے جو ایک دوسرے سے واسطہ کم ہی رکھتے تھے۔ عمارت میں غالباً چار بیڈ روم تھے ایک سیٹنگ روم اور ایک وسیع عریض ڈرائنگ روم۔ وہ بھی ہیکل نما عمارت کے ایک بیڈ روم میں تھا۔ پیرونی حصے میں چند افراد بھی نظر آ رہے تھے۔ جو شکل و صورت سے صرف ملازم ہی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ گیٹ پر جو چوکیدار موجود تھا وہ بھی تھا تو مقامی ہی لیکن اچھا خاصا تنومند شخص نظر آتا تھا قوی ہیکل شخص ایک صوفے پر دراز سوچوں میں گم تھا اور اس کے چہرے پر غور و فکر کی پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں۔ ڈھلتی شام کا وقت تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور وہ شخص چونک پڑا۔ دو چند لمحے ٹیلی فون کی جانب دیکھتا رہا پھر آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا اسے حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کے آدمی ٹیلی فون پر اس سے رابطہ نہیں قائم کرتے تھے۔ ٹیلی فون پہلے ہی سے اس عمارت میں موجود تھا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھالیا اور اسے کان سے لگایا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا تھا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

''ہیلو''

لیکن قوی ہیکل شخص کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

''ہیلو'' نسوانی آواز نے پھر کہا اور چند سیکنڈ کے انتظار کے بعد اس کا ایک ہلکا سا قہقہہ گونج اٹھا۔

''کوئیز ڈیپارلو کیسے ہو؟ میں جانتی ہوں کہ اس وقت تمہارا حلیہ کیسا ہوگا۔ ریسیور تمہارے ہاتھ میں ہے اور تمہارے کان سے لگا ہوا ہے اور تمہارے چہرے پر شدید کشمکش کے آثار ہیں۔ تم تحیرانہ انداز میں سوچ رہے ہو گے کہ تمہیں ٹیلی فون کرنے والا کون ہے حالانکہ تمہارے ساتھی تم سے صرف ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرتے ہیں۔''

ڈیپارلو کے چہرے پر عجیب سی کیفیت نظر آنے لگی تھی۔ اس کیفیت کو کوئی صحیح نام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس میں خوف بھی تھا جھلاہٹ بھی تھی اور پریشانی کے آثار بھی۔ چند لمحوں بعد اس نے گلا صاف کر کے کہا۔

''کون ہے؟''

''تم جانتے ہو ڈارلنگ کہ کون ہو سکتا ہے؟ تاہم اگر مجھے میرے نام سے پکارنا نہیں چاہتے ہو اور میرا نام لیتے ہوئے خوفزدہ ہوتے ہو تو میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ میں نریما سارڈان ہوں۔''

''کیا چاہتی ہو؟'' ڈیپارلو نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

''گڈ میری گڈ۔ یہ جملہ تمہارے ذہنی انتشار کا پتہ دیتا ہے حالانکہ تم کہہ سکتے تھے کہ میں کس سے ملنا چاہتی ہوں اور تمہارا نام ڈیپارلو نہیں ہے۔'' دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی اور ڈیپارلو کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر اس کے چہرے پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بے وقوف لڑکی! نہ جانے کہاں کی چھوڑ رہی ہے تو۔ تیری ذہنی پرواز بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ میں بھلا تجھ سے کیوں چھپاؤں گا کہ میں ڈیپارلو نہیں ہوں۔''

''یہ بات بھی تم ہی اچھی طرح جانتے ہو کوئیز ڈیپارلو کہ تم یہ بات مجھ سے کیوں چھپاتے ہو؟''

ڈیپارلو اب اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ سے ہنس کر بولا۔ ''ٹھیک ہے تو نے اپنے دل میں جو کچھ سوچ لیا ہے میں اس کی تردید نہیں کرتا' یہ بتا نوں کیوں کیا ہے؟''

''بس تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا تھا' تمہیں یہ بتانا ضروری تھا کہ تمہارے یہاں آجانے کا علم مجھے بھی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کوئیز ڈیپارلو کہ تم تو بہت سے منصوبے لے کر یہاں آئے ہو لیکن میرا منصوبہ صرف ایک ہے۔ میرا مشن صرف ایک ہے اور میں صرف تمہاری ذات سے دلچسپی رکھتی ہوں۔ ہاں درمیان میں کتنے لوگ آجائیں یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تمہارے ایک اڈے کو میں نے کتنی آسانی سے اڑا دیا۔''

''ہاں تو جو حماقتیں کرتی پھر رہی ہے میں بھی ان پر صبر کر رہا ہوں دراصل میری دوسری مصروفیات بہت زیادہ ہیں ذرا ان سے نمٹ لوں پھر تیری طرف توجہ دوں گا۔''

جواب میں نریما سارڈان کا ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا پھر وہ بولی۔ ''اس کا اندازہ تو تمہاری اس بھاگ دوڑ سے ہی ہو رہا ہے مسٹر ڈیپارلو' اور تم اس سلسلے میں جو کاوشیں کر رہے ہو بعض اوقات مجھے تم پر ترس آنے لگتا ہے۔''

''کیا بکواس کر رہی ہے؟'' ڈیپارلو غرایا۔

''ہاں ڈیئر ڈیپارلو مجھ سے ملاقات کے فوری بعد تم نے اپنی رہائش گاہ چھوڑ دی اور اپنے ایک ساتھی ولٹر کو اپنے میک اپ میں وہاں چھوڑ دیا تا کہ میں دھوکے میں رہوں اور اسی جگہ تمہاری موجودگی تصور کروں۔ تمہارے تمام بے وقوف ساتھی ولٹر ہی کو ڈیپارلو سمجھ رہے ہیں اور اس کا تمہاری ہی مانند احترام کرتے ہیں' گویا تم نے ولٹر کو قربانی کا بکرا بنا کر وہاں چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد تم وہاں سے سیدھے اس عمارت میں آئے کوئیز ڈیپارلو میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میرا مشن صرف تم ہو چنانچہ میرے لئے یہ ضروری ہے کہ تمہاری ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھوں۔''

ڈیپارلو کا چہرہ ایک لمحے کے لئے دھندلا گیا تھا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال کر صبر و سکون سے کہا۔

''نریما تو آخر کیا چاہتی ہے؟''

''جانتے ہو تم' اچھی طرح جانتے ہو۔ بار بار یہ سوال مجھ سے کیوں کرتے ہو؟ میں صرف تمہاری موت چاہتی ہوں ڈیپارلو..... ہاں صرف اور صرف تمہاری موت۔ تم جواب دو خون کا بدلہ کیا ہوتا ہے؟''

''خیر خون کے بہت سے بدلے ہوتے ہیں مثلاً ان میں سے ایک اعلیٰ درجے کی زندگی یورپ کی کسی بھی پسندیدہ جگہ رہائش گاہ زندگی بھر کے لئے انتہائی ظریفانہ کہ شہزادیوں کی مانند بسر کی جا سکے۔ میں اپنی اس پیشکش پر غور کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم جہالت سے کام نہ لو۔''

''میں تمہاری یہ پیشکش قبول کر سکتی ہوں ڈیپارلو لیکن اس کو میرے ساتھ ہونا چاہئے۔ بولو میرا اس مجھے واپس دے دو گے؟''

''یہ حماقت ذہن سے نکال دے۔ جانے والے کبھی واپس آتے ہیں؟''

''نہیں آتے! اور جب نہیں آتے تو یہ دنیا بالکل ویران اور تاریک ہو جاتی ہے اور تاریکیوں میں جینے سے کیا فائدہ ڈیپارلو؟ میری زندگی میں روشن دن ہی ہوگا جب تمہاری لاش میری نگاہوں کے سامنے پڑی ہوگی۔''

''اور یہ روشن دن کبھی تیرے مقدر نہیں بنے گا۔''

''مقدر کی بات ظاہر ہے تم لوگ وقت سے پہلے نہیں جان سکتے لیکن مسٹر ڈیپارلو تم یہ سمجھ لو کہ تمہاری موت صرف میرے ہاتھوں لکھی ہے' جس وقت بھی تم دنیا سے جاؤ گے میرے ہی ہاتھوں سے جاؤ گے۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین ہے۔''

ڈیپارلو نے پھر ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا لیکن یہ قہقہہ لگانے کے لئے اسے کس قدر محنت کرنا پڑی تھی اس کا دل ہی جانتا تھا پھر اس نے کہا۔

''سن نریما' تو جانتی ہے کہ یہاں میری صورتیں ذرا مختلف ہیں۔ بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں مجھے۔ میں یہاں تجھ سے نہیں الجھنا چاہتا۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں میں اور تو تعاون کر سکتے ہیں اگر تجھے عشق ہو جائے تو مجھ سے پھر رابطہ قائم کر لینا۔ باقی اگر تو نے اسی قسم کی حرکتیں جاری رکھیں تو میں اس بات کے لئے مجبور ہو جاؤں گا کہ پہلے تجھ سے نمٹ لوں۔''

''مسٹر ڈیپارلو اور تم مجھ سے نمٹنے کی ہر وہ کوشش کرتے رہے ہو جو تمہارے بس میں ہے۔ تمہیں زچ کر کے مار دوں گی میں تمہیں اس دنیا میں اس طرح زندہ رکھوں گی کہ تم نہ لکھا سکو گے نہ پی سکو گے۔ کیا سمجھے!''

''کتیا کی بچی! اب تو اپنی زندگی بچانے کی کوشش کر۔ میں پہلے ہی تیرا فیصلہ کر دوں گا۔''

جواب میں ایک ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا اور پھر دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

''ہیلو ہیلو نریما سارڈان سن میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ دوسری طرف لائن بے جان ہو گئی تھی۔

ڈیپارلو نے گہری سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ ٹیلی فون کے پاس وہ چند سیکنڈ کھڑا سوچتا رہا پھر اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ایک الماری کے قریب پہنچ گیا۔ الماری میں سے اس نے ایک سرخ ڈبہ نکالا جو پلاسٹک کا بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے اس کے اوپری ڈھکن کو کھولا اندر ایک مشینری نظر آئی۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کا ٹرانسمیٹر تھا۔ اس مشینری کے چند بٹن دبانے کے بعد ڈیپارلو اس ڈبے کو پکڑے ہوئے ایک صوفے پر آ بیٹھا اور اسے سامنے رکھ لیا۔

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''یس سر گیسٹر اسپیکنگ۔''

''گیسٹر کے بچے! تم لوگ بالکل ہی ناکارہ ہو چکے ہو اس قابل نہیں ہو تم کہ.....کہ۔''

''سر کوئی غلطی ہوگئی۔''

''اب تو یہ کہتے ہوئے بھی شرمندگی ہوتی ہے کہ تم سے غلطی پر غلطی ہو رہی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں آکر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟''

''سر! میں حیران ہوں آخر ایسی کیا بات ہے؟''

''وہ جگہ چھوڑ دو بے کار ہے۔ بے مقصد ہے جو ڈرامہ تم لوگ کر رہے ہو وہ پہلے ہی دن سے ناکارہ ہے۔''

''مم میں سمجھا نہیں جناب۔''

''وہ سور کی بچی جانتی ہے کہ.....کہ ولٹر کو ڈیپارلو بنایا گیا ہے اور وہ نقاب میں میری حیثیت سے وہاں رہتا ہے۔ ان ساری حرکتوں سے کوئی فائدہ نہیں' ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے اس کا ٹیلی فون ملا ہے جس میں اس نے مجھے ساری تفصیلات بتائی تھیں۔''

''اوہ سر' اس میں.....اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟''

''ہاں سارا قصور میرا ہے۔ بالکل میرا۔ میں جانتا ہوں کہ.....کہ میں نے چند ناکارہ کتے پال رکھے ہیں۔ جو ایک بلی کو نہیں پکڑ سکتے۔ تم لوگ آخر کیا کر رہے ہو؟ میں کہتا ہوں' گیسٹر اگر تم نے اسے تین دن کے اندر اندر قابو میں نہ کر لیا تو پھر تمہاری خیر نہیں ہے۔''

''سر! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے کبھی آپ کی وفاداریوں سے منہ نہیں موڑا۔ اس وقت بھی ہم پوری پوری کوشش کریں گے۔ اگر سزا ہمارا مقدر ہی ہے تو ہم اس کو کیسے ٹال سکتے ہیں؟''

''ہر شخص اپنی ناکامیوں کو مقدر کی آڑ میں چھپا لیتا ہے۔ تین دن کے اندر اندر اسے تلاش کر کے زندہ یا مردہ میرے سامنے پیش کرو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔'' ڈیپارلو نے بٹن آف کر دیے اور اس کے بعد ڈبے کو ایک جانب ڈال دیا۔ وہ سخت پریشانی کا شکار نظر آ رہا تھا۔

کافی دیر تک وہ سوچتا رہا اس کے ذہن میں سناٹے پیدا ہو رہے تھے۔ آخر اسے کیسے معلوم ہو گیا؟ اس حد تک معلومات' کیا اس کے اپنے آدمیوں میں کوئی غلط آدمی چھپا ہوا ہے؟''

وہ خاصی ایک اور خیال اس کے ذہن میں آیا اور اس نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ دیر تک وہ کسی اہم نقطے پر غور کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ اس کے آدمی مستعدی سے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ انہوں نے اسے دیکھا اور مؤدب ہو گئے لیکن ڈیپارلو گیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے چوکیدار کو انگلی کا اشارہ کیا۔ چوکیدار جو ایک مقامی شخص تھا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

''بیٹھو' تم سے ایک کام ہے مجھے۔'' اس نے چوکیدار کو نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک نظر آ رہی تھی۔ چوکیدار خاموشی سے گردن جھکائے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ڈیپارلو نے باقی تین افراد سے کہا۔

''تم لوگ گیٹ کی نگرانی رکھو۔ یہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جائے گا۔'' پھر وہ چوکیدار کو لئے ہوئے اسی کمرے میں پہنچ گیا جس میں تھوڑی دیر پہلے موجود تھا۔ اس نے کمرے میں رکھی ہوئی الماری سے ایک باکس نکالا اور اسے ایک ٹیبل پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ چوکیدار کو اس نے اپنے سامنے اسٹول پر بٹھا لیا اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ پھر اس نے بکس کھول کر میک اپ کا سامان نکالا اور اسے میز پر پھیلا دیا اور اس کے بعد وہ اپنے چہرے پر ایک لوشن لگا کر پلاسٹک کے ٹکڑے چپکانے لگا۔ وہ چوکیدار کی صورت دیکھتا جا رہا تھا اور پلاسٹک کے ٹکڑے اس کے چہرے پر چوکیدار کی شکل اختیار کرتے جا رہے تھے۔ تقریباً بیس منٹ تک یہ کام جاری رہا۔

چوکیدار بے چارہ حیرت سے ڈیپارلو کو دیکھ رہا تھا۔ جب ڈیپارلو اپنے کام سے فارغ ہوا تو چوکیدار کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے۔ ڈیپارلو آہستہ سے مسکرایا پھر بولا۔

''کیوں کیا خیال ہے میرا چہرہ کیا تمہارے چہرے سے مختلف ہے؟''

''نہیں صاب۔ بالکل نہیں۔''

''گڈ' ذرا غور سے دیکھو۔'' اس نے اپنا چہرہ آگے بڑھایا اور چوکیدار اسے دیکھ کر تحسین آمیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

''یہ جادو ہے صاب! بالکل جادو ہے۔''

''ہے ہاں۔'' ڈیپارلو نے قہقہہ لگایا اور اس کے بعد میک اپ کا سامان واپس بکس میں رکھنے لگا پھر اس نے چوکیدار سے کہا۔

''ذرا تم اپنا یہ لباس اتار کر مجھے دے دو۔''

''جی صاب۔''

''دے دو بھئی' میں اس جیسے تمہیں بہت سے لباس دے سکتا ہوں۔''

''جی صاب۔'' چوکیدار نے گردن ہلائی اور پھر اپنا پورا لباس اتار دیا۔ ڈیپارلو اپنا لباس بھی اتارنے لگا تھا۔ اپنا لباس اس نے ایک جانب رکھ دیا جب کہ چوکیدار صرف ایک زیر جامہ میں ملبوس رہ گیا تھا۔ ڈیپارلو اس کا لباس پہننے لگا پھر ہنس کر بولا۔

''اب بولو؟''

''صاب آپ بالکل ہم جیسا لگتا ہے۔'' چوکیدار نے جواب دیا اور ڈیپارلو دوبارہ مسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔

''او کے ڈیئر اب تمہارا کام ختم۔''

"صاب ہم کون سا کپڑا پہنیں۔"

"کیا ضرورت ہے۔ ادھر آؤ میرے پاس۔" ڈیپارلو نے کہا اور چوکیدار پھر اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ ڈیپارلو اسے سر سے پاؤں تک دیکھتا رہا پھر دروازے کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اب دروازہ کھولو اپنے کمرے میں جاؤ اور اپنا لباس پہن لو۔ کوئی دھرا لباس بھی ہوگا تمہارے پاس؟"

"جی صاب۔" چوکیدار نے گردن جھکائی اور واپسی کے لئے مڑا لیکن دوسرے لمحے عقب سے ڈیپارلو نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ چوکیدار کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی۔ پہلے تو وہ کچھ نہ سمجھا لیکن جب اس کی گردن دبنا شروع ہوئی تو اس نے جدوجہد شروع کر دی لیکن ڈیپارلو کا بنی حالتِ معلوم ہوتا تھا۔ چوکیدار اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا اور ڈیپارلو اس کی گردن دباتا رہا۔ چوکیدار اب شدید جدوجہد کر رہا تھا۔ لیکن ڈیپارلو کی آہنی گرفت سے نکلنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ چند ہی لمحوں بعد اس کی زبان باہر نکل آئی اور آنکھیں بری طرح پھٹی رہ گئیں۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔ ڈیپارلو نے پلٹ کر اسے دیکھا اس کے سینے سے کان لگا کر سنا ہر طرح سے اس کی نبضیں وغیرہ دیکھ کیں اور پھر مطمئن ہو کر گردن ہلا دی۔ اس کے بعد وہ اس بڑی الماری کے قریب پہنچ گیا جس میں کپڑے وغیرہ دی بھرے ہوئے تھے اس نے الماری کھولی اور چند کپڑے نکال کر ایک سمت ڈال دیئے الماری کا ایک بڑا خانہ خالی ہو گیا تھا۔ ڈیپارلو نے اطمینان سے اس کی لاش اٹھائی اور اسے اس خانے میں کھڑا کر دیا۔ چوکیدار کی لاش کو کھڑا کرنے کے بعد اس نے لوہے کے اسٹنگ چوکیدار کے سینے اور کمر کے پاس لگا دیئے تاکہ وہ گلہڑا رہے اور دروازہ کھلنے سے بھی باہر نہ گرے پھر اس نے نکالے ہوئے کپڑے لٹکانا شروع کر دیئے اور سارے اسٹنگ بھر گئے نیچے چیک اب ان کپڑوں کے پیچھے تھا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ڈیپارلو اطمینان سے گیٹ کے قریب پڑے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر اس نے جیب کھولا اور سگریٹ کا ایک پیکٹ نکال آیا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے سگریٹ کو دیکھا اور ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبالی اور اسے ماچس سے جلانے لگا۔

اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجا رہا تھا۔ چاروں طرف مکمل سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ وہ تینوں فرد ایک کاڑی میں بیٹھ کر کسی کام سے چلے گئے تھے۔ ڈیپارلو اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں واپس آ گیا اس کے بعد اس نے چوکیدار کی لاش الماری سے نکالی اور اسے کندھے پر لادے ہوئے عمارت کے ایک حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے ایک کمرہ کا ڈھکن اٹھایا اور چوکیدار کی لاش اس میں پھینک کر ڈھکن بند کر دیا۔ کو یا اب یہ کام مکمل ہو گیا تھا۔

وہ اس کام سے فارغ حاصل کرنے کے بعد ایک بار پھر گیٹ پر آ جما۔ یہاں بیٹھ کر اس نے جیب سے وہ سرخ بکس نکالا اور اس کے بٹن دبانے لگا۔ چند ہی لمحات بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"سر گیسٹر اسپیکنگ۔"

"سناؤ کیا ہو رہا ہے؟"

"سر ہم اپنی تمام سرتوڑ کوشش صرف کر رہے ہیں آپ اطمینان رکھئے۔ ہم یقیناً اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"کوئی بھی صورت حال ہو مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔ بلکہ ٹرانسمیٹر پر ہی گفتگو کرنا اور ہاں سنو وہ تینوں آدمی اس وقت میرے ساتھ ہیں۔ کاٹن ہاؤس گئے ہوئے ہیں وہاں سے انہیں تمہارے پاس آنا ہے جب وہ تمہارے پاس پہنچیں تو ان تینوں کو تیرہ نمبر میں لے جانا اور تیرہ نمبر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"اوور کوئی کویا۔"

"کویا" کویا نہیں سننا چاہتا۔ ایک دفعہ جس کام کے لئے کہہ دیا جائے اسے اسی انداز میں ہونا چاہئے۔"

"یس سر یس سر" دوسری طرف سے گیسٹر کی آواز سنائی دی اور ڈیپارلو نے ٹرانسمیٹر کا بٹن بند کر دیا پھر وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔

❀❀❀

سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم کی اس بار شامت ہی آ گئی تھی۔ ان کو ایسے ایسے کام سونپے جا رہے تھے جو اس سے پہلے ان کے تصور میں بھی نہیں آئے تھے۔ یہ احکامات انہیں براہ راست ایکسلو سے مل رہے تھے۔ خاور اور صدیقی پر تو ایک بار گندی پائپ لائن میں بڑی بری بیت چکی تھی۔ اس وقت جب وہ لوئیس ڈیپارلو کے اڈے کی نگرانی کر رہے تھے اور اس کا اڈا ان کے سامنے بم کے دھماکے سے اڑ گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر انہیں چند روز سکون کے نصیب ہوئے اور ایکسلو کی ہدایت کے مطابق انہیں ایک ہوٹل میں آرام کرنے کے لئے دو دن کا وقت دیا گیا۔ تیسرے دن جو ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی اسے سن کر خاور تو چیں گیا تھا۔ اس نے جھلائے ہوئے انداز میں صدیقی سے کہا۔

"لعنت ہے ایسی نوکری پر۔ یہ سب کچھ کرنا ہوتا تو اور بھی بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ میرے خیال میں تو صدیقی ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔"

"کیوں؟"

"تم دیکھو ہاں یہی کوئی زندگی ہے۔ میں اگر چاہتا تو کسی دفتر میں اعلیٰ درجے کے فرسٹ کلاس آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کر سکتا تھا۔ دنیا بھر کی آسائشیں حاصل ہوتیں مجھے اور عیش کی گزر رہا ہوتا۔ گھر ہوتا بیوی بچے ہوتے اور میں بھی عام انسانوں کی مانند جیتا لیکن نہ جانے تقدیر نے کیوں دھکا دیا تھا کہ اس مصیبت میں آ پھنسا۔"

"خیر مسٹر خاور یہ بات میں تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں جو شاندار زندگی ہمیں اس ملازمت میں حاصل ہے وہ کسی دوسری میں نہیں حاصل ہو سکتی تھی۔ اپنی طبیعت بھی ایک چیز ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی بلاوجہ اس فیلڈ میں آئے ہو گے۔"

"لعنت ہے بزدلوں اس فیلڈ پر۔ اب بیٹھے بٹھائے بھوپچو۔"

"کیا حرج ہے۔ زندگی کو ہر رنگ میں دیکھنا چاہئے میرے خیال میں تو یہ ایک دلچسپ کام ہوگا۔"

"صدیقی میری جان نہ بناؤ اس سے بہتر تھا کہ خودکشی ہی کر لیتا وظائم خودکشی کرنے کی اجازت بھی کب دیتا ہے؟"

"نہیں خاور زبان شراب مت کرو۔ وہ ایک بہترین آفیسر ہے۔"

"صدیقی میرا جنگلا ہوا ہے کام سے۔ میں فرار ہو گیا تھا سمجھتے زاوی مل جانی چاہئے تھی لیکن وہ گھیر گھار کر مجھے یہاں لے آیا نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس وقت ہی اگر ہمت کر جاتا تو معاملہ کسی نہ کسی شکل میں حل ہو جاتا۔ اس سے بہتر تو موت تھی۔"

"میرا خیال ہے تم بہت زیادہ جھلا گئے ہو آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"ابے تو اب ہم بھنے بیٹھیں گے۔" خاور جھلا کر بولا۔

"میں نے کہا ہا حرج ہی کیا ہے۔ یہ رنگ بھی دیکھو۔" صدیقی بولا۔

ایکسلو کی طرف سے ایک خالی جگہ کی نشاندہی کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ انہیں وہاں بھیجے فرد حفت کرنے والوں کی حیثیت سے کھڑا ہونا ہے اور اس جگہ نظر رکھنی ہے ساتھ ہی کچھ دوسری ہدایات بھی موصول ہوئی تھیں اور صدیقی ان پر عمل کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ خاور کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی لیکن کرنا ہی تھا جو ایکسلو کی ہدایت تھی۔ وہ گندے اور سستے کپڑے ان کے پاس موجود تھے جنہیں پہن کر انہوں نے پائپ لائنوں میں وقت گزارا تھا۔ اس سے عمدہ لباس اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ پائپ لائنوں کی گندی زندگی میں جو وقت گزارا تھا وہ کم از کم خاور کے لئے موت کے مترادف تھا کیونکہ وہ ایک نفاست پسند انسان تھا وہاں بھی وہ رہتا ہی رہا تھا اور صدیقی اسے سنبھالے ہوئے تھا۔ کیونکہ خاور جذباتی انسان تھا اور پہلے بھی ایک حماقت کر چکا تھا۔ جس کا بہت بڑا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا تھا اور اب دونوں کے بعد ان نئے کام کے لئے ان لوگوں کو منتخب کیا گیا تھا۔

اس کے بعد خاور نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ صدیقی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا خیال ہے؟"

"چلو مرنا تو ہی ہی جب زندگی میں یہ ذلت لکھ دیا گیا ہے تو اسے بھگتائے بغیر چارہ کار بھی نہیں ہے۔" خاور نے جواب دیا اور صدیقی شانے ہلا کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باقی راستہ انہوں نے خاموشی سے طے کیا تھا جس پوائنٹ پر پہنچنے کی انہیں ہدایت کی گئی تھی اس کے بارے میں انہیں اچھی خاصی معلومات تھیں یہ ایک گندہ سا ہوٹل تھا جس کے دروازے پر ریشو کا بورڈ لگا ہوا تھا اور سامنے ہی کئی ریڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔

خاور اور صدیقی نے ایک سنسان سی جگہ جا کر اپنے لباس تبدیل کئے اور جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے ان کی گٹھری بنا کر ساتھ رکھ لی پھر وہ اس دھوتی باندھے ہوئے شخص کے قریب پہنچ گئے۔ خاور تو کچھ نہ بولا البتہ صدیقی ہی نے اس سے کہا۔

"ہمیں ایک ٹھیلہ چاہئے۔"

"ہاں ہاں پتا چل گیا ہے میرے کو۔ لے جاؤ بیس روپے نکالو۔" اس شخص نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک جانب بڑھ گیا۔ اس نے ایک ٹھیلہ پاؤں سے دھکیل کر آگے کر دیا اور اس کے بعد دوسرے کو شے میں جا کر ایک بوری سے کچے بھٹے نکال کر تر ازو میں تول لئے لگا۔ بھٹے تول کر اس نے ایک جگہ ڈھیر کر دیئے۔ خاور اور صدیقی اس ٹھیلے کو دیکھ رہے تھے۔ جس پر بھٹے بھونے کا تمام سامان موجود تھا۔ انگیٹھی ہاتھ سے جھلنے والا پکھا لوہے کا چمٹا اور ایسی ہی دوسری چیزیں نمک مرچ مسالہ لیموں وغیرہ سارا سامان اس پر رکھا ہوا تھا بھی انہیں دھوتی والے کی کڑک دار آواز سنائی دی۔

"ابے او شیر دو ایہ بھٹے کیا تمہارا باپ اٹھائے گا اٹھاؤ انہیں یہاں سے اور لاؤ اور ڈھیر پر حرام خور کہیں کے۔"

خاور نے دانت پیستے ہوئے اس کی طرف دیکھا لیکن صدیقی نے اس کا شانہ دبایا اور پھر ٹھیلے کو کھینچتا ہوا وہاں پہنچ گیا اس کے بعد وہ خوبی بھٹے اٹھا اٹھا کر ٹھیلے پر رکھنے لگا۔

"اور سنو روزانہ شام کو بیس روپے یہاں پہنچ جانے چاہئیں ہمٹوں کے پیسے پل چکے ہیں مجھے۔" صدیقی نے گردن ہلا دی تمام بھٹے لادنے کے بعد اس نے ٹھیلے کو آگے دھکیلا اور خاور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ صدیقی ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"یار میرے جوتے کا تلا گھس گیا ہے یہ کمبخت جوتا بدلنا پڑے گا۔"

"کیوں کیا ضرورت ہے اسی میں عمدہ لگ رہے ہو ورنہ بھٹے والے کیسے لگو گے۔" خاور جلے کٹے لہجے میں بولا اور صدیقی ہنس کر خاموش ہو گیا۔

خاور نے ابھی تک ٹھیلے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اور جھجکتا ہوا پیچھے چل رہا تھا۔ حالانکہ لباس کے ساتھ ساتھ انہوں نے چہروں پر وہ ماسک بھی پہن لئے تھے جو بہت ہی نفیس قسم کے اور ہلکے پھلکے تھے لیکن انہیں پہننے کے بعد ان کے چہروں میں اتنی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی کہ اب وہ کسی اچھے خاندان کے لوگ نہیں لگتے تھے لیکن اس کے باوجود خاور جھینپ رہا تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے ہوں۔ ویسے عام لوگوں سے تھوڑے مختلف ضرور تھے ان کی چال ڈھال میں نفاست تھی اور جسم عام لوگوں کی نسبت تو نا تھے۔ عام طور سے اس قسم کے کام کرنے والے بے چارے غریب غربا ہوتے ہیں اور اتنے تنومند بھی نظر نہیں آتے لیکن ظاہر ہے جسم پر کوئی میک اپ نہیں کیا جا سکتا تھا ایکسلو نے جو لگ انہیں استعمال کرنے کے لئے دیئے تھے وہ بہت شاندار تھے لیکن ان سے بس چہرے کی حد تک کام چلایا جا سکتا تھا۔ باقی خطرہ اس نے مول لے لیا تھا صدیقی ٹھیلہ دھکیلتا رہا اور اس کے بعد وہ اس پوائنٹ پر پہنچ گئے جہاں انہیں اپنا یکام انجام دینا تھا۔ انہوں نے ٹھیلہ ہوٹل ریشو سے تھوڑے فاصلے پر بالکل سامنے کی سمت کھڑا کر دیا اور اس کے بعد صدیقی کوئلوں میں مٹی کا تیل ڈال کر آگ سلگانے لگا۔ خاور کو بھی اب یہ احساس ہوا کہ اب تک صدیقی ہی سارے کام کرتا رہا ہے حالانکہ ذمے داری اس کی بھی تھی۔ چنانچہ اسے ہوش آ گیا۔ اب جب یہاں تک پہنچ ہی گئے ہیں تو پھر کام جاری رکھنے سے احتراز کیوں کیا جائے چنانچہ اس نے پکھا سنبھال لیا اور کوئلے سلگانے لگا۔ پکھا جھلتے جھلتے وہ فضا بنس پڑا تھا۔ صدیقی نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"کیوں؟"

"یار صدیقی! کبھی اس زندگی کے بارے میں سوچا تھا۔"

"نہیں۔"

"کیسا لگ رہا ہے؟"

"میری بات مت کرو خاور۔"

"ہاں تم تو بڑے کلاسیکل آدمی ہو۔"

"کلاسیکل نہیں لیکن یقین کرو زندگی کا کوئی رخ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ایکسلو سے دو چار ماہ کی چھٹی لے کر ہی کام کیوں نہ شروع کر دیا جائے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے دوست خدا نے ہمیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن انسان کی زندگی پر کبھی یہ وقت آ پڑے تو عزت سے روٹی کمانا کوئی بری بات نہیں ہے۔"

"اب تم واعظ بنو گے۔" خاور بدا سا منہ بنا کر بولا۔

"تمہیں اگر یہ سب کچھ بہت برا لگ رہا ہے خاور تو یقین کرو پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں تم صرف میرا ساتھ دو۔" صدیقی نے کہا اور خاور نے گردن ٹیڑھی کر لی۔

وہ کوئے دبکا رہا تھا۔ ایک دو کاٹ کان کے پاس پہنچ گئے اور اپنی اپنی پسند کے بھڑ بھنوانے لگے۔ صدیقی کو یہ کام کرنے کا واقعی لطف آ رہا تھا اور اب خاور بھی اس میں پوری طرح دلچسپی لینے لگا تھا۔ یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا جو کام انہوں نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا وہ اب کر رہے تھے۔ تقریباً تین گھنٹے میں انہوں نے تیس پینتیس روپے کما لئے اور صدیقی ہنستا ہوا خاور سے بولا۔

''واقعی منافع بخش کاروبار ہے۔''

''جان مت جلاؤ آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں میری ذرا دیکھو۔''

''یہی تو زندگی کا لطف ہے پیارے وہ لوگ جو یہ کام کرتے ہیں کیسے کیسے مراحل سے گزرتے ہیں ذرا غور کرو۔''

''یار صدیقی، پلیز مجھے نصیحتیں مت کرو اب ایکسٹو کی ذہنی حالت پر مجھے شبہ ہوتا جا رہا ہے۔''

''کیسا شبہ؟''

''وہ اب تیسرے درجے کے لوگوں میں شمار ہونے لگا ہے جاسوسی کا یہ گھٹیا انداز فلموں میں تو پسند کیا جا سکتا ہے لیکن عام زندگی میں اس انداز میں جاسوسی کرنے کی گنجائش نہیں رہی ہے اب تو جدید ترین طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔''

''تو کیا ایکسٹو نے کبھی جدید ترین طریقے استعمال نہیں کئے' صدیقی نے سوال کیا۔

''ہوں۔'' خاور منہ ٹیڑھا کر کے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''میرے دوست اگر یہ بات کہتے ہو تم تو ہمیں یہ فوقیت حاصل ہے ترقی یافتہ ممالک کے لوگ ہمارے انداز میں کام نہیں کر سکتے جب کہ ہم یہ سب کچھ کر لیتے ہیں۔''

خاور خاموش ہی رہا تھا۔ وہ لوگ اپنا کام کرتے رہے اور ان کی نگاہیں ہوٹل ریٹو کا جائزہ لیتی رہیں کوئی ایسی خاص بات ابھی تک نظر نہیں آئی تھی جس پر تو جدی جاتی' ہاں تھوڑی دیر کے بعد ایک پولیس والا ٹہلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے بغور ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بڑی زور سے گردن ہلائی۔

''کس کی اجازت سے یہاں کھڑے ہوئے ہو تم؟''

دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے پھر صدیقی نے کہا۔

''بھائی یہاں کھڑے ہونے کے لئے اجازت لینی پڑتی ہے کیا؟''

''ابے تو نے کیا باپ کی سڑک سمجھ رکھی ہے جہاں دل چاہا سالے کھڑے ہو گئے۔ لگاؤں ایک ڈنڈا ابھی۔'' سنتری جی سخت ناراض ہو گئے۔

''نہیں سنتری جی آپ کی مہربانی چاہئے بس۔''

''اجازت نامہ ہے تمہارے پاس یہاں کھڑے ہونے کا۔''

''آپ کے اجازت نامے کے علاوہ اور کس کا اجازت نامہ چل سکتا ہے۔''

''ہوں جانتے ہو ہمارا اجازت نامہ حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟''

''جی سنتری جی حکم کریں۔''

''ہی کا نوٹ نکالو۔'' سنتری نے کہا اور صدیقی نے جلدی سے جیب سے اس کا نوٹ نکال کر ان کی جانب بڑھا دیا۔

''ہوں روز کھڑے ہو گے؟''

''جی سنتری جی۔''

''کوئی آئے تو اس سے کہہ دینا کریم کا علاقہ ہے کیا سمجھے؟''

''جو حکم سنتری جی۔''

''اب ذرا ایک اچھا سا بھٹہ بھون دو۔'' سنتری جی نے دو مرا حکم دیا اور صدیقی نے فوراً ہی ایک اچھا سا بھٹہ نکال کر کوئلوں پر رکھ دیا۔

خاور دانت پیس رہا تھا اس نے سنتری جی کی نمبر نوٹ کر لئے تھے اور دوسری طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔ بھٹہ بھون کر سنتری جی کے حوالے کر دیا گیا اور وہ اسے پتوں کے ساتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ غالباً کسی کونے میں کھڑے ہو کر کھانے کے لئے صدیقی نے مسکراتی نگاہوں سے خاور کو دیکھا اور بولا۔

''ایسے تجربات کبھی ہو سکتے تھے تمہیں۔''

''بس صدیقی مجھے خاموش رہنے دو میرا دماغ بالکل ہی گھوم رہا ہے۔'' صدیقی ہنستا ہوا دوسری طرف دیکھنے لگا۔ ایک کالا بکا آ گیا اور وہ اس کے لئے بھٹہ بھوننے لگا۔

اس طرح انہیں کافی دیر گزر گئی۔ اور پھر تقریباً دو گھنٹے بعد ایک بھکارن کو انہوں نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔ لنگڑا کر چل رہی تھی۔ ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ شانوں پر بڑی سی جھول پڑی ہوئی تھی۔ نہ جانے کیا کیا لٹکا رکھا تھا اس نے۔ بال بکھرے ہوئے تھے جو کھچڑی ہو رہے تھے چہرے پر ایک عجیب سی نحوست نظر آ رہی تھی وہ آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچی اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

''کیسے حضرات کاروبار کیسا چل رہا ہے؟'' صدیقی کے ساتھ ساتھ خاور بھی بری طرح چونک پڑا تھا۔ دونوں نے آنکھیں پھاڑ کر بھکارن کو دیکھا اور خاور بے ساختہ ہنس پڑا۔

''خدا کی قسم اب کوئی شکایت نہیں ہے لطف آ گیا۔''

''آ گیا نا؟'' بھکارن نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ صدیقی جلدی سے ایک بھٹہ کوئلے پر رکھ کر اسے بھوننے لگا تھا۔ بھکارن ادھر ادھر دیکھتی رہی پھر بولی۔

''کوئی خاص بات۔''

''اس سے زیادہ خاص بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج تمہیں تمہارے اصل روپ میں دیکھ لیا۔'' خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اصل روپ میں تو تم بھی نظر آ رہے ہو مسٹر خاور۔'' بھکارن جولیا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

''خیر ہم تو جو کچھ نظر آ رہے ہیں وہ پھر بھی ٹھیک ہے لیکن تم۔''

''کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''مطلب یہ ہے کہ ایکسٹو اس بار ہم سب کی مٹی پلید کرنے پر تل گیا ہے۔''

''یہ جملہ تم ایکسٹو سے کہہ دینا وہ تمہیں ان کا صحیح جواب دے دے گا۔'' صدیقی میرے پاس ایک چھوٹا سا کیمرہ موجود ہے جو میں ابھی تمہیں دوں گی۔ کیمرہ خاص قسم کا ہے اور اس پر کوئی لمبی ریل چلتی ہے۔ مجھے یہی بتایا گیا ہے صورت حال یہ ہے کہ ریٹو کے دروازے سے جو بھی مشتبہ شخصیت اندر داخل ہوتی نظر آئے اس کی تصویر بنا لو گے یہاں آنے والی ایک ایک کار کی تصویر بنانی ہے۔ لوگ جس طرح کے بھی ہوں اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے' بس تم تصویر بناتے رہو۔ کیمرہ اس ٹھیلے پر فٹ کیا جا سکتا ہے' اس کا انتظام موجود ہے۔ وہ محسوس نہیں ہو گا اس کے آپریٹ کا طریقہ میں تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ پیچھے صرف ایک سرخ بٹن لگا ہوا ہے جسے دبا کر تم اسے آٹومیٹک کر سکتے ہو وہ اپنا کام خود کرتا رہے گا۔ بس تمہیں ہر تصویر لیتے ہوئے بٹن دبانا ہے کیمرہ اپنا نارگٹ خود فوکس کر لیتا ہے۔''

''گڈ میری گڈ' وہ مجھے دے دو۔'' صدیقی نے کہا۔

''تم یہ بھٹہ بھون کر مجھے دو گے تو میں تمہیں جیب سے وہ کیمرہ نکال کر دوں گی۔ اسے اس کونے میں اسٹینڈ پر لگا لینا۔'' جولیا نے ایک کونے کی جانب اشارہ کیا اور صدیقی نے گردن ہلا دی۔ خاور اسے دیکھ دیکھ کر مسکراتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

''کیا خیال ہے جولیا تمہارا بڑا حلیا ایسا ہی تو نہیں ہو گا۔'' جولیا نے کوئی جواب نہیں دیا خاور ستم ظریفی پر اترا ہوا تھا تھوڑی دیر بعد جولیا نے اپنا کام کیا اور صدیقی کی طرف رخ کر کے بولی۔

''تم لوگ شاید اس کام میں دقت محسوس کر رہے ہو لیکن تم سے زیادہ مشکل کام مجھے یہاں اور تنویر کو سونپا گیا ہے۔''

''وہ کیا؟''

''تنویر ایک کوڑھی فقیر کی حیثیت سے گاڑی میں پڑا ہوا ہے اور چوہان اس گاڑی کو پورے شہر میں دھکیلتا پھر رہا ہے۔ چھ گھنٹے بعد دونوں کی ڈیوٹی بدل جائے گی اور چوہان گاڑی میں لیٹ جائے گا اور تنویر اس گاڑی کو دھکیلے گا۔ میں ابھی تھوڑی دیر قبل انہیں ایک پوائنٹ پر دیکھ کر آئی ہوں۔ اچھے خاصے پیسے جمع کر لئے ہیں انہوں نے۔''

خاور نے ایک بار پھر متحیر انہ انداز میں جولیا کو دیکھا اور جولیا فخر سے جوشِ سکھڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ صدیقی مسکراتی نگاہوں سے خاور کو دیکھنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

''اور تم بھی ایکسٹو کا شکریہ نہیں ادا کرو گے۔ ذرا غور کرو تم لوگ تو ایک جگہ کھڑے یہ فرض انجام دے رہے ہیں لیکن انہیں نہ جانے کہاں کہاں مارے مارے پھرنا ہو گا۔''

''سیکرٹ سروس میں سیکرٹ ایجنٹ بنیں گے تو یہ سب کچھ کرنا ہو گا ظاہر ہے ہماری تقدیر میں کالی سیاہی سے لکھ دی گئی ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' صدیقی مسکرا رہا تھا۔ جولیا کا دیا ہوا کیمرہ اس نے اس کی ہدایت کے مطابق ایک جگہ فٹ کر لیا اور اس کے اوپر ایک کپڑا اسٹاؤل دیا اس طرح کہ اس کے سامنے کا لینس واضح رہے اور اس کے بعد وہ اپنے اس کام کے لئے بھی تیار ہو گیا۔

گاہکوں کو بھی نمٹایا جا رہا تھا اور ریٹو پر بھی نگاہ رکھی جا رہی تھی۔ یہ طریقہ جاسوسی واقعی ان کے لئے دلچسپ تھا کم از کم صدیقی کو اس میں لطف آ رہا تھا۔

❁❁❁

شاندار قیمتی قالین پر چاندنیاں بچھا دی گئی تھیں۔ دیوار کے ساتھ گاؤ تکیے لگ گئے تھے اور ان گاؤ تکیوں کے سہارے عالم پور کے چند معزز ین براجمان تھے۔ ان میں سے کچھ نے شہزادہ ڈھمپ کو بوہل ریٹو میں دیکھا تھا۔ باقی لوگوں کا تعارف یہیں کرایا گیا تھا۔ سب ہی شہزادہ صاحب میں دلچسپی لے رہے تھے اور شہزادہ صاحب شرمائے ہوئے بیٹھے تھے۔

پھر کچھ خواتین بھی آ گئیں۔ یہ رقاصائیں تھیں انہوں نے اندر آ کر نواب پوپٹ کے ہاتھ چومے تھے۔ رقاصائیں انہیں رقص کا استاد تسلیم کر چکی تھیں۔

تمام مہمان آ چکے تھے چنانچہ رقاصاؤں نے اپنے فن کا آغاز کر دیا۔ گیت نغمے فضا میں گونجے غزلیں گائی گئیں۔ رقص ہوا' رقاصائیں اپنے فن میں ماہر تھیں اور انہوں نے بہترین رقص پیش کیا۔ سب لوگ داد دے رہے تھے۔ شہزادہ صاحب نے دوران رقص ہزاروں روپے رقاصاؤں کو دیئے تھے لیکن دوسروں کے ذریعے۔ خود انہوں نے نگاہ بھی نہ اٹھائی تھی۔

پھر نواب پوپٹ کی باری آئی۔ نواب صاحب یہ رقص شہزادہ ڈھمپ کے اعزاز میں پیش کر رہے تھے۔ رقص سے قبل انہوں نے اعلان کیا۔

''میرے بعد ڈھمپ کے شہزادے اپنا قومی رقص پیش کریں گے۔ یہ ان کا جذبہ ہے۔

''چلو مٹیا۔'' شہزادہ صاحب شرما کر ڈھیر ہو گئے اور پھر انہوں نے چٹکی سے طبلہ طلب کر لیا۔ ''نواب صاحب کے رقص پر طبلہ ہم بجائیں گے۔'' انہوں نے شرمگیں آواز میں کہا اور تالیوں کی گونج میں اس کا خیر مقدم کیا گیا۔

''مگر شہزادہ صاحب رقص کے لئے طبلہ سب سے اہم ساز ہوتا ہے۔'' نواب صاحب نے کہا۔

''ہم بکوش کریں گے۔'' شہزادہ ڈھمپ نے کہا۔ اندازہ لگایا گیا تھا کہ یہ بکوش کس قسم کی چیز ہو گی۔ نواب صاحب نے پیروں میں گھنگھرو باندھے اور پھر رقص شروع ہو گیا۔ نواب پوپٹ نے گھنگھرو پر ایک دھن بنانا شروع کر دی۔ ساز دھم دھم لے میں بجنے لگے۔ نواب پوپٹ کی نگاہیں شہزادہ ڈھمپ کے ہاتھوں پر تھیں جو طبلہ سنبھالے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نواب پوپٹ کے گھنگھروؤں کی دھن سے طبلے کی تھاپ ملانے میں مصروف تھے۔

نواب صاحب نے گھنگھرو سے تال دی تو دوسری جانب طبلے سے تال ابھری۔ اور نواب پوپٹ نے مسکرا کر آنکھیں بند کیں اور گردن ہلا دی جیسے اس بات پر اطمینان کا اظہار کر رہے ہوں کہ طبلے پر پڑنے والے ہاتھوں تاجر کا رنجیں ہیں اور پھر گھنگھروؤں اور طبلے کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ نواب پوپٹ پینترے بدل بدل کر سُر بدل رہے تھے۔ لیکن طبلے کی تھاپ ان کا تعاقب کر رہی تھی اور تمام دیکھنے والے دلچسپی سے شہزادہ ڈھمپ اور نواب پوپٹ کی یہ معرکہ آرائی دیکھ رہے تھے۔ نواب پوپٹ بھی بعض رقص کے انداز میں اپنی ساری مہارت صرف کر رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد سارے سازندے معطل ہو گئے۔ بس یوں لگتا تھا جیسے نواب پوپٹ' بمقابلہ شہزادہ ڈھمپ ہوں۔

طبلے اور گھنگھرو کا یہ مقابلہ تقریباً پچیس منٹ تک جاری رہا اور نواب پوپٹ ہانپنے کانپنے رقص کرتے رہے۔ اس رقص میں بلاشبہ فن کی بلندیاں نظر آ رہی تھیں۔ رقاصائیں جو ان تمام معاملات سے بخوبی واقف تھیں تحسین آمیز نگاہوں سے کبھی نواب صاحب اور کبھی شہزادہ ڈھمپ کو دیکھتیں۔ طبلے پر اتنی خوبصورت سنگت ان رقاصاؤں نے شادی میں کبھی دیکھی ہو۔ پچیس منٹ کے بعد یہ مقابلہ ختم ہو گیا۔ نواب صاحب نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن خم کی اور شہزادہ ڈھمپ نے طبلے پر آخری تھاپ دے کر ہاتھ کھینچ لئے۔

نواب صاحب دوڑ کر شہزادہ ڈھمپ کے پاس پہنچے اور انہوں نے شہزادہ ڈھمپ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر ان کے رخسار چوم لئے۔

''ڈھونچ'' شہزادہ ڈھمپ شرما کر ڈھیر ہو گئے لیکن یہ لفظ ڈھونچ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ نواب صاحب نے کہا۔

''بخدا آپ اپنے فن کے استاد ہیں شہزادہ ڈھمپ ہم نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ آپ اتنے صاحب کمال ہو سکتے ہیں۔''

''ڈھونچ'' شہزادے نے پھر ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر اسی طرح گردن ہلائی اور بہت سے لوگ ہنس پڑے۔

ڈھونچ کا مطلب بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن مفہوم کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد نواب صاحب نے اپنا مخصوص آئٹم پیش کیا۔ یعنی بتاشوں پر رقص۔ فرش پر بتاشے بکھیر دیئے گئے اور انہیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھا گیا۔ نواب صاحب نے نزت بتائی اور اس کے بعد سازندوں نے ساز شروع کر دیئے۔ طبلہ بدستور شہزادہ ڈھمپ کے پاس ہی رہا تھا اور نواب صاحب بتاشوں کے درمیان رقص کرنے لگے۔ ابتداء میں یہ رقص ذرا سست رفتار تھا لیکن اس کے بعد رقص میں بے انتہا تیزی آ گئی اور پھر نواب صاحب کا پلا پاؤں ایک بتاشے پر پڑا وہ ایک بتاشے پر رقص کرتے

ہوئے دوسرے اور تیسرے تاشے پر چھلانگیں لگانے لگے۔ اندر خالص رقص کا تھا لیکن ان کے پاؤں فرش کے بجائے تاشوں پر پڑ رہے تھے۔ اور نازک تاشے ان کے پاؤں کا وزن بخوبی برداشت کر رہے تھے۔ ایک بھی تاشا ٹوٹا نہیں تھا۔ یہ رقص تقریباً چھ سات منٹ تک جاری رہا اور نواب صاحب تاشوں پر تھرکتے رہے تقاصا میں ان کے فن کی بے اختیار داد دے رہی تھیں اور سب کی نگاہیں تاشوں اور نواب صاحب کے پاؤں پر جمی ہوئی تھیں۔ شہزادہ ڈھمپ بھی چھ سات منٹ بعد ختم ہوگیا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونج اٹھیں۔ خوشنیز اور ڈھمپ نے پرمسرت انداز میں تالیاں بجائی تھیں۔ نواب صاحب کے خادم خاص نے تاشے سمیٹ دیئے اور نواب صاحب ڈھمپ کے پاس آ بیٹھے۔

''ہم نے تو رقص کیا شہزادہ صاحب لیکن طبلہ نوازی میں واقعی آپ باکمال ہیں۔ اتنا خوبصورت طبلہ ہم نے بہت عرصہ بعد سنا ہے اور اب جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شہزادہ صاحب ان تمام فنون سے اچھی طرح واقف ہیں تو ڈھمپیا کا تجسس اور بڑھ گیا ہے جو ہاتھ طبلے پر اتنی خوبصورتی سے رواں ہوسکتے ہیں وہ پاؤں ڈھمپیا نجانے کس انداز میں گرتے ہوں گے۔''

''ڈھونچ'' شہزادہ صاحب نے پھر اسی انداز میں گردن خم کی اور مسکرا دیے۔

''میں اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں کو ذرا تفصیل بتائے دیتا ہوں۔ شہزادہ ڈھمپ اپنا ایک قومی رقص پیش کریں گے جسے انہوں نے ڈھمپیا کا نام دیا ہے۔ وہ رقص کیا ہے اس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل شہزادہ صاحب ہی بتائیں گے۔''

لوگوں نے دلچسپی سے شہزادہ ڈھمپ کو دیکھا۔ شہزادہ ڈھمپ کا چہرہ بدستور سرخ ہو رہا تھا اور اس پر ایک شرمگیں مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ رقاصاؤں کی نگاہیں شہزادے کے چہرے پر والہانہ انداز میں جمی ہوئی تھیں۔ یہ شرمگیں چہرہ اور یہ مسکراہٹ صنف نازک کے لئے قاتل تھیں اور رقاصائیں شروع ہی سے شہزادہ صاحب کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتی رہی تھیں۔ تب شہزادہ صاحب نے نگاہیں جھکائے جھکائے شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ریاست ڈھمپ میں ڈھمپیا کرنے والے بس پچھڑی استاد رہ گئے ہیں اور ہم نے ان استادوں سے تھوڑی سی تربیت حاصل کی ہے۔ ڈھمپیا دراصل فرش کا نہیں دیواروں کا رقص ہے اور فرش کے بجائے دیواروں پر کیا جاتا ہے۔ یہاں میں کچھ ایسی جگہیں نظر آ گئی ہیں جن پر ڈھمپیا تھوڑا بہت کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے ایک با قاعدہ جگہ تلاش کی جاتی ہے۔ اس کا آغاز جس طرح ہوگا وہ بالکل مختلف چیز ہے اور اس کے بعد اس کا عروج ہو جائے گا۔ طبلے پر کسی استاد کو طبلہ جائے۔''

نواب صاحب نے گردن ہلائی اور طبلہ نواز نے طبلے سنبھال لئے۔ یہ دیواروں کا رقص سب کے لئے ایک اجنبی چیز تھی۔ لیکن لوگوں کا تجسس بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ شہزادہ ڈھمپ کھڑے ہوگئے اور اس کے بعد انہوں نے کمر میں ایک پٹکا باندھ لیا۔ چال میں ویسے ہی ایک انوکھی نزاکت تھی اور اس نزاکت نے ہوٹل سیرگاہ کے تمام لوگوں کو شہزادہ ڈھمپ کی جانب متوجہ کر دیا تھا۔ اس وقت بھی ان کا نرک چال پر لوگ مسکراہٹیں دبانے لگے۔

شہزادہ ڈھمپ نے سازندوں کو ساز بجانے کا اشارہ کیا اور ایک دھن نضا میں گردش کرنے لگی۔ طبلہ نواز نے طبلے پر تھاپ لگائی اور شہزادہ ڈھمپ نے رقص کا آغاز کر دیا۔ یہ عجیب بے ڈھنگا اور بھونڈا رقص تھا جو ایڑیوں کے بل کیا جا رہا تھا اور کئی باریوں کا بیسیہ شہزادے ڈھمپ رقص کرتے کرتے فرش پر گر پڑیں گے۔ ایڑیوں کے بل رقص کرنے سے پہلا بدن خود ہی جھک گیا تھا اور شہزادہ ڈھمپ کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے ہوئے تھے لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ لوگوں کی توقع ایک بار بھی پوری نہ ہوئی۔ یعنی اتنے خاصے بے ایڑیوں کے بل لینے کے باوجود شہزادے ڈھمپ نیچے نہیں گرے تھے۔ پھر رقص کا یہ انداز بدلا اور شہزادے صاحب اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کے بل کھڑے ہوگئے اس کے بعد انگوٹھوں کا رقص کیا جانے لگا۔ نواب صاحب بھی پہلے ذرا مسکرا رہے تھے لیکن اچانک ہی ان کی مسکراہٹ کافور ہوگئی انہوں نے اس اندر پر غور کیا۔ ایڑیوں کے بل پورا پنجہ اٹھا کر اس برق رفتاری سے رقص کرنا بڑا مشکل کام تھا اور اس کے بعد انگوٹھے.....

نواب پوپٹ کی نگاہیں اب انگوٹھوں پر جمی ہوئی تھیں اور ان کا چہرہ تصویر حیرت بنا ہوا تھا کیونکہ ایک بار بھی پاؤں زمین سے نہیں لگا تھا۔ صرف انگوٹھوں پر پورے وزن کا سدھارا ایک مشکل کام تھا لیکن شہزادہ ڈھمپ یہ رقص کر رہے تھے اور اس کے بعد دھنا بھی بجلی کی کوندگئی۔ شہزادہ ڈھمپ نے ایک تیز لہر لی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اچھل کر دیوار پر چڑھ گئے۔ سپاٹ دیوار پر وہ کئی قدم اور چلے گئے اور پھر ایک کارنس پر ان کے پاؤں چند لمحوں کے لئے رکے وہ وہاں سے جسم کو گھما کر واپس پلٹے اور چند ہی لمحوں کے بعد ایک ڈیکوریشن پیس کے پاس پہنچ گئے جو دیوار میں نصب تھا۔ ان کے پاؤں ڈیکوریشن پیس پر پڑے۔ نازک ڈیکوریشن پیس بلا بھی نہیں تھا۔ شہزادہ صاحب نے وہاں چند لمحات رک کر رقص کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد دیوار پر آ گئے لیکن صرف ایک لمحے کے لئے۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ انہوں نے اس رقص کا تصور بھی نہیں کیا تھا جو دیوار پر کیا گیا تھا۔ یہ رقص بھی تھا اور جمناسٹک بھی لیکن اتنے ہلکے پھلکے انداز میں یہ سارا کام آسان نہیں تھا اور اس کے لئے جس قدر مہارت کی ضرورت تھی اس بات کو بھی نے محسوس کیا تھا۔

پھر یہ رقص ویلس ایڑیوں پر آ گیا تھا اور اس کے بعد شہزادہ ڈھمپ دھپ سے زمین پر بیٹھ گئے۔ تالیوں کا ایسا شور ابھرا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ نواب پوپٹ نے ایک بار پھر شہزادہ ڈھمپ کے قریب پہنچ کر ان کا سر اپنے سینے سے لگایا تھا اور انہیں بے اختیار داد و تحسین دے رہے تھے۔ شہزادہ ڈھمپ سب لوگوں کو جھک کر ''ڈھونچ ڈھونچ'' کر رہے تھے۔

بالآخر رقص ختم ہوگیا اور اس کے بعد کسی اور مظاہرے کی گنجائش ہی نہ رہی۔ لوگ اب بھی بے اختیار آج کے اس مظاہرے کو ایک بہترین فن قرار دے رہے تھے۔ اور شہزادہ ڈھمپ کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر رہے تھے۔

وقت کافی ہوگیا تھا اس لئے محفل برخاست ہوگئی۔ نواب پوپٹ نے شہزادہ ڈھمپ کو ان کی آرام گاہ تک پہنچاتے ہوئے راستے میں کہا۔

''میرے جنم مکان میں بھی نہ تھا کہ شہزادہ ڈھمپ اتنے باکمال ہوں گے۔''

''ڈھونچ'' شہزادے نے گردن خم کر کے کہا اور نواب پوپٹ انہیں ایک کمرے میں پہنچا آئے۔

اس کے بعد وہ ویلس پلٹے اور دوسرے مہمانوں کو ان کی آرام گاہ دکھانے لگے۔ ان کا بندوبست مہمان خانے ہی میں کر دیا گیا تھا۔ رات کے اس حصے میں ظاہر ہے وہ کہاں جا سکتے تھے؟ چنانچہ معمول کے مطابق مہمان خانے ہی میں فرش ہوگئے۔ ان سب کو اطمینان سے آرام کرنے کی ہدایت کر کے نواب صاحب بھی ویلس پلٹے اور پھر اپنے کمرے میں داخل ہوگئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے اپنے دو ساتھیوں کو اشارہ کیا تھا جو باہر ہی راہداری میں موجود تھے۔ وہ دونوں نواب صاحب کے پاس پہنچ گئے اور نواب صاحب نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دونوں ہی بیٹھ گئے تھے۔

نواب صاحب کے معتمد خاص تھے۔ نواب صاحب خود بھی ایک آرام دہ نشست پر بیٹھ کر کسی سوچ میں گم ہوگئے پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''خیال بدلنا پڑا ہے وہ بہترین خوبیوں کا مالک ہے۔ بات صرف اسی حد تک نہیں معلوم ہوتی۔ تم لوگ پہلی ہدایت پر عمل کرو یعنی اس کی نگرانی جاری رکھی جائے۔''

''بہت بہتر جناب۔'' دونوں آدمیوں نے بیک وقت کہا۔ نواب صاحب سوچوں میں گم تھے۔ چند لمحے اسی طرح گزر گئے پھر انہوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک جو کچھ میں نے کہا ہے وہی درست ہے اور اب تم جا سکتے ہو۔''

وہ لوگ چلے گئے نواب صاحب اپنا لباس وغیرہ تبدیل کرنے لگے تھے۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر شہزادہ ڈھمپ اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود تھے۔ نواب صاحب بھی تھے۔ چند اہل خاندان بھی لیکن ان میں اندرونی حصے کے لوگ نہیں تھے۔ وہ مہمان غالباً صبح کو رخصت ہوگئے تھے جو رات کو یہیں قیام پذیر تھے اور ناشتے پر انہیں شریک نہیں کیا گیا تھا۔ ناشتے کی میز پر بھی نواب صاحب نے شہزادہ ڈھمپ کی تعریف کی اور ان کے اس فن کو دل سے سراہا۔ اس کے بعد بقیہ وقت یونہی گزر گیا لیکن اس وقت دن کے قریباً ڈھائی بجے تھے جب نواب صاحب کے کمرے میں ان کے دونوں ساتھیوں میں سے ایک پہنچا۔

''کچھ عجیب سی صورت حال ہے جناب۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''کیا؟'' نواب صاحب چونک پڑے۔

''شہزادہ ڈھمپ اپنی آرام گاہ کے عقبی حصے سے نکلے اور دونوں ہاتھ اس طرح سامنے کئے ہوئے آگے بڑھے جیسے کسی چیز کو روکنا چاہتے ہوں لیکن ان کی آنکھیں بند تھیں اور اب وہ پائیں باغ کے درخت کی ایک شاخ سے الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔''

''کیا.....!!!'' نواب پوپٹ اچھل پڑے تھے۔

''جی درخت کی ایک شاخ پر وہ پیروں کے بل لٹکے ہوئے ہیں۔''

''ارے مگر کیوں؟''

''پتہ نہیں جناب۔'' نواب صاحب کے ساتھی نے جواب دیا اور نواب صاحب فوراً ہی چلنے کے لئے تیار ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس درخت کے نیچے تھے جس کی ایک نچلی شاخ میں شہزادہ ڈھمپ پیروں کے بل لٹکے ہوئے تھے۔ شہزادہ ڈھمپ کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بڑے اطمینان سے درخت کی شاخ میں لٹکے ہولے ہولے جھول رہے تھے۔ یہ صورت حال بڑی عجیب تھی۔ نواب صاحب کچھ دیر تو بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

''نیچے سے انہیں سنبھالنے کے لئے تیار رہو جاؤ۔'' اور ان کے دونوں آدمی شہزادہ ڈھمپ کے عین نیچے جا کھڑے ہوئے تب نواب صاحب نے زور سے شہزادہ ڈھمپ کو آواز دی۔ ایک بار، دو بار، تیسری بار شہزادہ ڈھمپ توقع کے مطابق سیدھے نیچے آ رہے۔ نیچے موجود آدمیوں نے انہیں سنبھال لیا تھا ورنہ شاید ان کا سر زمین سے ٹکراتا۔ شہزادہ ڈھمپ بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب سی بدحواسی نظر آ رہی تھی۔ نواب صاحب نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''غالباً میں کسی مشغلے میں مخل ہوا ہوں شہزادہ صاحب۔''

''اں۔'' اسی وقت دونوں سیکریٹری سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے اور وہ قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے شہزادہ صاحب کو سنبھال لیا تھا۔ شہزادہ ڈھمپ کے چہرے پر ایک عجیب سی مردنی چھائی ہوئی تھی۔ نواب صاحب نے سیکریٹریوں سے کہا۔

''پتا نہیں کیوں شہزادہ صاحب ان شاخوں میں لٹکے ہوئے تھے۔''

''اوہ جناب شاید دوپہر کے کھانے کے بعد شہزادہ صاحب سونے کے لئے لیٹ گئے ہوں گے۔''

''ہو سکتا ہے۔''

''شہزادہ صاحب کو سوتے میں چلنے کی عادت ہے اور اس کا اختتام ایسی ہی کسی کیفیت پر ہوتا ہے۔ یقینی طور پر وہ سو گئے ہوں گے اور پھر عالم نیند میں وہ باہر نکل آئے۔''

''اوہ اچھا لیکن اس کے لئے دن کا وقت۔''

''دن اور رات کا کوئی تعین نہیں ہے۔ بس جب بھی وہ سو جائیں کبھی کبھی ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔''

''تب مجھے افسوس ہے۔ دراصل میں سمجھ نہیں پایا تھا۔ براہ کرم آپ انہیں آرام گاہ میں لے جائیے۔''

دونوں سیکریٹری شہزادہ ڈھمپ کو سہارا دیے ہوئے نواب گاہ کی جانب لے گئے تھے اور نواب پوپٹ پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوئی۔

اسی رات ڈھائی بجے پھر نواب صاحب کو اطلاع دی گئی اور بتایا گیا کہ وہ احاطے کی دیوار کے ساتھ الٹے کھڑے ہوئے ہیں۔ یعنی سر نیچے ہے اور پاؤں دیوار کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ نواب پوپٹ نے ایک گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے بولے۔

''یہ شخص کچھ آگے کی چیز معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اس کے بارے میں۔ تاہم اسے بدستور نگاہوں میں رکھو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی سیکریٹریوں کو بھی۔''

نواب صاحب کے ملازموں نے گردن ہلا دی تھی۔

❀❀❀

یہ دوسری رات کا واقعہ تھا اور یہ رات پرسکون گزری تھی۔ رات کے کھانے کے بعد نواب پوپٹ شہزادہ ڈھمپ کے ساتھ دیر تک باتیں کرتا رہا تھا۔ پچھلے دن کی محفل کا تذکرہ ہو رہا تھا اور نواب پوپٹ نے پرنس آف ڈھمپ کے ساتھ عمدہ کیا تھا کہ وہ اس سے بھی عمدہ ایک محفل ترتیب دے گا اور شہزادہ ڈھمپ کو مزا آ جائے گا۔

آج نواب پوپٹ پر کچھ استحصال ساطاری تھا غالباً کسی پریشانی کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ جلد ہی اپنی خواب گاہ میں چلا گیا اور اس کے بعد سونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ نہ جانے کب اسے نیند آ گئی۔

رات کا تقریباً ایک بجا ہوگا جب ڈھنا کسی نے اس کا شانہ ہلایا اور نواب پوپٹ چونک کر جاگا۔ دیکھا تو پستول کی نال اس کی کنپٹی سے لگی ہوئی تھی۔ کمرے میں نائٹ لیمپ روشن تھا۔ لیکن روشنی زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی روشنی بھی خوب چمکدار تھی اور اس روشنی میں ایک دوسرے کے چہرے بخوبی دیکھے جا سکتے تھے۔ نواب پوپٹ نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی شخصیت کو بھی بخوبی دیکھ لیا تھا۔ وہ گدازبدن کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ چہرے پر ایک عجیب سا پتھر پن نظر آ رہا تھا اور آنکھیں نواب پوپٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

نواب پوپٹ کا منہ حیرت سے کھل گیا پھر اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

''کون ہو تم؟''

''اگر تم نیند سے جاگ گئے ہو نواب پوپٹ تو میں تم سے گفتگو کروں۔''

نواب پوپٹ نے آنکھیں سمیٹ کر دوبارہ گردن جھٹکی اور سامنے کھڑی ہوئی لڑکی دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور پھر ایک اسٹول پر بیٹھ گئی جو وہیں پڑا ہوا تھا۔ لیکن پستول کا رخ نواب پوپٹ کی جانب ہی تھا اور نواب پوپٹ متحیر انہ نگاہوں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کمرے کے دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ پتا نہیں اس کے باڈی گارڈز کہاں مر گئے تھے۔ ویسے وہ عموماً راتوں کو جاگ کر نواب پوپٹ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کی ڈیوٹی کا تعین کر دیا گیا تھا۔

نواب پوپٹ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا رہا پھر لڑکی کی آواز ابھری۔

''میرا نام زیما سارڈان ہے مسٹر رفیق احمد''

نواب پوپٹ کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔لڑکی کی گہری نگاہیں اس کی کھوپڑی کی ہڈی توڑے دے رہی تھیں۔اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''مگر تم اس وقت یہاں؟ میں تمہیں نہیں جانتا یا نے کا وقت تو نہیں ہے کسی کے پاس۔''

''اخلاقیات پر گفتگو کرنے نہیں آئی ڈیئر رفیق احمد بلکہ تم سے باقاعدہ گفتگو کرنے آئی ہوں اور اس بات پر یقین رکھتی ہوں کہ تم ایک سمجھدار آدمی کی حیثیت سے مجھ سے بات کرو گے۔''

''کک' کیا بات کرنا چاہتی ہو؟'' نواب پوپٹ نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ڈیپارلو کہاں ہے؟'' لڑکی نے سوال کیا اور نواب پوپٹ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کے لئے انتہائی محنت کی۔

''کون ڈیپارلو؟''

''سنو نواب پوپٹ یا رفیق احمد میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن ڈیپارلو سے میں اس قدر نفرت کرتی ہوں کہ اگر اس کا ستا بھی میری جانب منہ اٹھا کر کھڑا ہو جائے تو میں پہلے اس کی آنکھیں پھوڑ دوں اور پھر اس کے بدن کی دھجیاں بکھیر دوں۔اگر ڈیپارلو نے واقعی تم سے میرا تذکرہ نہیں کیا تو میں اتنا اشارہ دے سکتی ہوں کہ اس وقت عالم پور میں ڈیپارلو کو جس قدر تباہی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ میرے ہی ہاتھوں ہوئی ہے۔اس کے بہت سے منشیات کے اسٹیشن تباہ ہو گئے ہیں لیکن یہ تو اس کا مالی نقصان ہے ابھی تو مجھے اس کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔''

نواب پوپٹ نے ایک نگاہ ادھر ادھر دوڑائی اور اس کے بعد لڑکی کی جانب متوجہ ہو گیا۔لڑکی کہہ رہی تھی۔

''میں جانتی ہوں نواب پوپٹ کہ اسوقت عالم پور میں تم اس کے دست راست ہو اور تم ہی اس کے نائب ہو۔بہت دن سے میں اس سلسلے میں کھوج لگانے میں مصروف تھی اور بالآخر مجھے یہ پتا چل گیا کہ ڈیپارلو یہاں کس کے بل پر کام کر رہا ہے۔تمہاری حیثیت کے بارے میں بھی میں نے تفصیلات معلوم کر لی ہیں مسٹر رفیق احمد۔ڈیپارلو کی حیثیت جو کچھ بھی ہے لیکن اگر اپنی کہانی سننا چاہتے ہو تو پھر میری زبانی تفصیل سے سن لو تم نواب پوپٹ نہیں بلکہ رفیق احمد ہو۔بہت عرصہ پہلے تم ایک شہر میں رہا کرتے تھے اور تم لوگوں کی مالی حیثیت بہت اچھی تھی لیکن تم اور تمہارے بھائی نے عیاشیوں میں اپنی تمام دولت اڑا دی۔تمہارا بھائی ایک اسکول میں ماسٹر ہو گیا اور تم بیرون ملک نکل گئے۔

مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے تم ڈیپارلو کے ہاتھ جا لگے اور ڈیپارلو نے تمہیں اپنے گروہ میں شامل کر لیا اور اسی کے بعد تم بلاشبہ ڈیپارلو کے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوئے۔منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں تم نے بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیے اور ڈیپارلو نے تمہیں بہترین کمیشن دیا۔تم نے اپنے طور پر بھی یہ کام شروع کر دیا تھا مسٹر رفیق احمد اور اس کے بعد تم یہاں اپنے چھوٹے سے خاندان کے ساتھ مقیم ہو گئے اور یہاں تم نے اپنے تعلقات بڑھائے۔اطراف میں منشیات کی مختلف پڑیاں ہیں جو مال سپلائی کرتی ہیں۔تمہارا ان سے تعلق ہے اور پولیس پر تمہارے گہرے اثرات ہیں۔یہاں تم زبردستی کنوئیں کو نواب پوپٹ بنے بیٹھے ہو اور تمہارا اصل کام ڈیپارلو کے لئے چھوٹی چھوٹی خریداریاں کر کے منشیات جمع کرنا ہے اور اس کے مال کے ساتھ یہاں منشیات فروخت کی جاتی ہیں جس میں سے چالیس پرسنٹ کمیشن تمہارا ہوتا ہے۔

''یہ تفصیل اتنی درست ہے کہ اگر تم اس کی تردید کے لئے کچھ بھی کہو تو میں اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔میری معلومات ناقص نہیں ہوتیں۔یہ تو تھی تمہاری کہانی اب میرے بارے میں بھی سن لو۔اپنے بارے میں بھی تمہیں بتانا چاہتی ہوں اور یہ خار کرنا چاہتی ہوں کہ میری تم سے دشمنی نہیں ہے لیکن اگر تم نے مجھ سے انحراف کیا تو تم جانتے ہو کہ میرے اندر ڈیپارلو کے خلاف کس قدر شدت ہے لاوا ابل رہا ہے۔

میرا نام زیما سارڈان ہے اور اس پوری دنیا میں میرا صرف ایک ہی بھائی تھا ایلس سارڈان۔ہم فرانس کے ایک کارنیول میں کام کرتے تھے اور وہاں مختلف قسم کے کرتب دکھاتے تھے اور اپنا پیٹ پالتے تھے۔یہ پیشہ ہمیں ہمارے والدین سے ورثے میں ملا تھا۔ایلس بہت ہی چھریرا اور شاندار لڑکا تھا۔مجھ سے صرف ایک سال چھوٹا تھا اور۔ہم دونوں اپنے کام میں بے مثال تصور کئے جاتے تھے کہ ڈیپارلو نے ایلس کو دیکھا اور اپنے مقصد کے لئے منتخب کر لیا۔ایلس کو اغوا کر لیا گیا۔تربیت دی گئی اور بالآخر ڈیپارلو کے لئے کام کرنے لگا۔اس کے اغواء کے دوران مجھے جس قدر بے چینی ہو سکتی تھی تم شاید اس کا تصور بھی نہ کر سکو لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ مجھ سے آ ملا۔دراصل ڈیپارلو نے اس سے کہا تھا کہ اگر میں بھی ایلس کے ساتھ شرکت کرنا چاہوں تو ڈیپارلو مجھے بھی اپنے گروہ میں خوش آمدید کہے گا۔ایلس نے آہستہ آہستہ اپنا مقصد مجھ پر واضح کرنا شروع کر دیا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے صاف الفاظ میں کہا کہ کارنیول کی اس زندگی میں ہم دونوں کو کیا ملے گا؟ بہتر ہے کہ میں بھی ڈیپارلو کے لئے کام کرنے لگوں لیکن مجھے ڈیپارلو کا پیشہ سخت ناپسند تھا اور میں نے ایلس کو بھی اس سے شدت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ایلس میرا چھوٹا بھائی تھا۔اس نے مجھ سے اتفاق کیا کیونکہ میں نے اسے بتایا تھا کہ بالآخر یہ زندگی تباہی کے راستوں پر ختم ہوتی ہے۔ایلس نے ڈیپارلو سے انحراف کیا اور ڈیپارلو نے اسے قتل کر دیا۔ڈیپارلو مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے یہ بتایا تھا کہ بالآخر یہ زندگی تباہی کے راستوں پر ختم ہوتی ہے۔ایلس نے ڈیپارلو سے انحراف کیا اور ڈیپارلو نے اسے قتل کر دیا۔ڈیپارلو مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے یہ بتایا تھا کہ بالآخر یہ زندگی تباہی کی مذمت کی اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ڈیپارلو اس کے ساتھیوں سمیت فنا نہ کر دوں تو میرا نام زیما سارڈان نہیں ہے۔

''اور اس کے بعد سے میرے اور ڈیپارلو کے درمیان چپقلش چل رہی ہے۔میں انتقام کا پیکر ہوں مجھے ڈیپارلو کے خون کی پیاس ہے اور اس کے بغیر میں ایک لمحہ جینا پسند نہیں کرتی۔یوں سمجھو کہ میری زندگی کا صرف ایک مشن ہے ورنہ میں اپنے آپ کو اسی دن سے مردہ تصور کر چکی تھی جس دن میرا بھائی اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔اور نواب پوپٹ تم جانتے ہو کہ انتقام کے جذبے جب اس قدر شدید ہوں تو انسان کو زندگی کی پروا رہتی ہے اور نہ موت کی۔میں جانتی ہوں کہ ڈیپارلو یہاں موجود ہے۔میرا اس سے دوہرا سابقہ بھی پڑ چکا ہے لیکن بدبخت میرے ہاتھوں بچ گیا اور اب وہ روپوش ہو گیا ہے۔میں کوشش کے باوجود اسے تلاش نہیں کر سکی۔لیکن تم سے اس کا براہ راست رابطہ ہے اور تم جانتے ہو نواب پوپٹ کہ وہ کہاں مل سکتا ہے۔''

نواب پوپٹ سکتے کے عالم میں بیٹھا یہ سب کچھ سن رہا تھا اور اس کا چہرہ عجیب و غریب احساسات کا آئینہ دار تھا۔اسی وقت دفعتاً ایک عجیب سی آواز کمرے میں گونجی اور نواب پوپٹ کے ساتھ ہی ساتھ زیما سارڈان بھی چونک پڑی۔اس نے متحیر نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں اس مسہری کی طرف اٹھ گئیں جس کے نیچے سے یہ آوازیں آ رہی تھیں۔زیما سارڈان اچھل کر اسٹول سے کھڑی ہو گئی اور اس نے کرخت نگاہوں سے نواب پوپٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کون ہے اس مسہری کے نیچے؟''

''مم میں نہیں جانتا۔'' نواب پوپٹ کے لہجے کی بوکھلاہٹ میں کوئی مصنوعی پن نہیں تھا۔زیما سارڈان ایک لمحے تک نواب پوپٹ کو دیکھتی رہی پھر اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

''اٹھو۔'' اور نواب پوپٹ مسہری سے نیچے اتر آیا۔

''اس دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ ڈاکٹر م۔اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو میں تمہارے پورے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دوں گی اور تم جو کوئی بھی ہو مسہری کے نیچے سے نکل آؤ۔'' اس نے مسہری کی لٹکی ہوئی چادر اوپر الٹ دی۔نیچے ایک انسانی وجود موجود تھا لیکن وہ بڑے مزے سے تکیے اور زمین پر اڑائے لیٹا رہا تھا۔

''تم نے سنا نہیں میں صرف تین کہوں گی اگر تم باہر نہ آئے تو میں مسہری کے نیچے ہی تم پر گولیاں برسا دوں گی۔'' لیکن جواب میں خراٹوں کی آواز کے علاوہ کوئی آواز نہ سنائی دی تھی۔زیما سارڈان کے حلق سے ایک غراہٹ نکلی۔

''ایک.....دو تین۔''

لیکن نیچے سے خراٹوں کی آواز بدستور آتی رہی تھی۔نواب پوپٹ سہمی ہوئی نگاہوں سے زیما سارڈان کو دیکھ رہا تھا۔تب زیما سارڈان دانت پیستی ہوئی آگے بڑھی اس نے مسہری کے نیچے سوئے ہوئے آدمی کی ٹانگ پکڑی اور اسے پوری قوت سے باہر گھسیٹ لیا۔

نواب پوپٹ تحیر انہ نگاہوں سے شہزادہ ڈھمپ کو دیکھا تھا جس نے نیچے سے نکلنے کے بعد کروٹ لی اور عجیب سے انداز میں منہ چلاتا ہوا پھر بے خبر ہو گیا۔لیکن دوسرے لمحے نواب پوپٹ کو ہوش آ گیا۔زیما سارڈان ایک لمحے کے لئے اس شخص کی جانب متوجہ ہوئی تھی کہ نواب پوپٹ ہوا میں اڑتا ہوا اس پر آ پڑا اس کی لات زیما سارڈان کے پستول پر پڑی تھی اور پستول اچھل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر جا پڑا تھا۔لیکن زیما سارڈان بھی چھلاوہ تھی۔یہ بات محسوس کرتے ہی اس نے پوزیشن تبدیل کی تھی لیکن خود کو نواب پوپٹ کی زد سے نہیں بچا سکی تھی۔بدبخت پستول کے نکل جانے کے بعد اس نے زمین پر لوٹ لگائی اور دونوں پاؤں پوری قوت سے نواب پوپٹ کے سینے پر مارے۔نواب پوپٹ کئی قلابازیاں کھا کر دور جا گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی زیما سارڈان نے کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔

''ٹیما۔'' نواب پوپٹ کی دھاڑ گونجی اور اس کے بعد باہر بھاگ دوڑ ہونے لگی لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ نواب پوپٹ کے دو ماڈی گارڈز دوڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

''نکل گئی۔''

نواب پوپٹ سرد نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔''تم دونوں کہاں چلے گئے تھے؟'' اس کا لہجہ حد درجہ سخت تھا۔

''گشت پر تھے جناب۔کوٹھی کا چکر لگا رہے تھے کہ آپ کی آوازکانوں میں پڑی اور اس کے بعد ہم نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھا وہ لڑکی تھی جناب سو فیصدی لڑکی تھی۔لیکن للہ کو اوہ کہ ایسی پھرتیلی لڑکی ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔وہ اتنی لمبی لمبی قلانچیں بھر رہی تھی کہ ہم اسے پکڑ نہ سکے۔''

''ہوں۔'' نواب پوپٹ نے آہستہ سے کہا۔دونوں ماڈی گارڈز چونک کر شہزادہ ڈھمپ کو دیکھنے لگے تھے پھر نواب پوپٹ کی آواز ابھری۔

''اسے احتیاط سے اٹھاؤ اور اس کی خوابگاہ میں پہنچا دو۔''

''جی۔'' دونوں ماڈی گارڈز نے کہا اور پھر وہ پرنس آف ڈھمپ کو دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اٹھانے لگے۔

وہ منہ چلا کر کسی عجیب و غریب زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا تھا اور نواب پوپٹ تشویش ناک نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر وہ انہی لوگوں کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا۔

باہر نکل کر اس نے پستول تلاش کرنے کی کوشش کی جو لڑکی کے ہاتھ سے نکل کر باہر گر اتھا اور پستول اسے ایک ستون کے قریب پڑا ہوا نظر آ گیا۔نواب پوپٹ نے رومال جیب سے نکالا اور پستول کو اس کی طرف سے پکڑ کر رومال میں لپیٹ لیا۔اس کے بعد وہ دیر تک باہر ہی ٹہلتا رہا تھا۔دونوں ماڈی گارڈز شہزادہ ڈھمپ کو اس کے کمرے میں پہنچانے کے بعد واپس آ گئے تو نواب پوپٹ نے کہا۔

''ہوشیار رہو۔'' اور اس کے بعد وہ اپنے کمرے کی جانب واپس چل پڑا۔

❀❀❀

زمرد کا دن کاٹنے اور راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔اس دن کے بعد سے وہ مسلسل نواب پوپٹ کی ٹوہ میں لگ گئی تھی۔نجانے اس کے ذہن میں کون کون سے اندیشوں نے جنم لیا تھا۔ورنہ عام دنوں میں مرنجاں مرنج قسم کی لڑکی تھی لیکن اب اسے ہر وقت نواب پوپٹ کا مرض لاحق رہتا تھا۔اس نے تمام ہی کمروں میں ایسی جگہیں بنائی تھیں جہاں سے وہ کمروں کا اندرونی منظر دیکھ سکے۔ہر جگہ وہ بآسانی پہنچ سکتی تھی اور اس نے اپنے لئے بہترین انتظامات کر لئے تھے اور اس کی خبر کسی کو کانوں کان نہ ہونے دی تھی۔

پھر ایک عجوبہ اس کوٹھی میں داخل ہو گیا۔شہزادہ ڈھمپ تھا۔زمرد نے بھی اسے دیکھا تھا اور دیکھتی رہ گئی تھی۔بہت ہی بھولی بھالی شخصیت کا مالک تھا۔دیکھنے میں بے حد دلکش نظر آتا تھا۔اس کا حلیہ بھی زمرد کو ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔اسے ایک دلچسپ مشغلہ ہاتھ آ گیا۔گھر کے لوگوں کو یہ رونی لوگوں کے سامنے آنے کی اجازت نہیں تھی چنانچہ نہ زمرد نہ توفیق احمد صاحب اور نہ ان کی بیگم شہزادہ ڈھمپ سے ملے تھے البتہ زمرد خفیہ طور پر ڈھمپ کی رہائش گاہ میں بھی اپنے لئے جگہ بنا چکی تھی اور آسانی وہاں کا جائزہ لے سکتی تھی۔

وہ اس رات بھی نواب صاحب کے اس کمرہ خاص کے عقب میں موجود تھی جہاں قرص کا بندوبست کیا گیا تھا اور اس نے نواب کو قرص کرتے ہوئے دیکھا تھا اور شہزادہ ڈھمپ کو طبلہ بجاتے ہوئے لیکن اس سے زیادہ حیرت ناک منظر وہ تھا جب شہزادہ ڈھمپ نے دیوار پر رقص کیا تھا۔زمرد نے وہ ناقابل یقین منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

پھر دوسرے دن اس نے بھی شہزادہ ڈھمپ کو درخت کی شاخ سے الٹا لٹکتے ہوئے دیکھا تھا اور رات کو احاطے کی دیوار کے ساتھ الٹا کھڑے ہوئے بھی۔نہ جانے زمرد کے ذہن میں ایک یہ چیتنی سی تھی دوسرے لوگوں کا نظریہ شہزادہ ڈھمپ کے بارے میں کچھ بھی ہو لیکن زمرد کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ شہزادہ ڈھمپ درحقیقت وہ نہیں ہے جو وہ نظر آتا ہے۔وہ نقاب پوش آج بھی اس کے ذہن میں گردش کرتا تھا جس کے سامنے نواب پوپٹ مؤدب نظر آئے تھے۔اور جو انتہائی پراسرار شخصیت کا مالک تھا۔

زمرد اپنے کام میں لگی رہی۔اس کام کا کوئی مقصد نہیں تھا لیکن وہ اپنی ذہنی تسکین کے لئے یہ سب کچھ کر رہی تھی۔یہ احساس تو اس کے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا کہ نواب پوپٹ یعنی اس کے چچا کسی ایسے مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں جو قانونی نہیں ہے۔یہ خوف بھی دامن گیر رہتا تھا کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے۔زندگی میں بڑے سرد گرم دیکھے تھے اور اب وہ کسی قسم کی مصیبت میں گرفتار ہوتے شدید خوف محسوس کرتی تھی جبکہ بے چارے توفیق صاحب تو ایک طرح سے کوشہ نشین ہی ہو گئے تھے۔

اسے اپنے باپ پر بھی غصہ تھا کہ کس طرح وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔اسے خود بھی تو عملی زندگی میں رہنا چاہئے تھا۔لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس سلسلے میں وہ بے بس ہے اور کچھ نہیں کر سکے گی۔اس کا اپنا مشغلہ جاری تھا۔

پھر اس رات اس نے نواب پوپٹ کے کمرے میں وہ عجیب و غریب منظر بھی دیکھا اور وہ باتیں بھی سنیں جنہیں سن کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔نواب پوپٹ کی شخصیت اس کے سامنے آ گئی تھی۔وہ شہزادہ ڈھمپ کا تعاقب کرتی ہوئی ہی نواب پوپٹ کی رہائش گاہ تک پہنچی تھی اور وہیں اس نے اس پراسرار لڑکی کو دیکھا تھا۔شہزادہ ڈھمپ بھی اس لڑکی کے پیچھے ہی پیچھے اس طرح داخل ہوا تھا کہ لڑکی تک کو اندازہ نہ ہو سکا۔زمرد نے تھپی کھڑکی سے وہ ساری باتیں سنی تھیں جو لڑکی نے نواب پوپٹ سے کہی تھیں اور اس نے شہزادے ڈھمپ کو مسہری کے نیچے سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔یہ بات اس کے کانوں تک بھی پہنچ چکی تھی کہ شہزادہ ڈھمپ سوتے میں چلنے کا عادی ہے لیکن عین اس جگہ پہنچ جانا جہاں کوئی مسئلہ درپیش ہو کوئی خاص حیثیت ہی رکھتا تھا۔

یہ رات اس کے لئے انتہائی بے چینی کی رات تھی۔سونے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئی تھیں دل چاہ رہا تھا کہ توفیق صاحب کو بتا دے کہ چچا جان کیا کر رہے ہیں کہیں کوئی المناک حادثہ

ہو جائے لیکن عقل مند لڑکی تھی یہ بھی سوچ رہی تھی کہ نواب پوپٹ مصیبت میں گرفتار ہنے ہال ہال سی بچ گیا تھا ورنہ وہ پراسرار لڑکی جس نے اپنا نام زیا سا رڈ ان بتایا تھا نہ جانے کیا کر ڈالتی۔

وہ تو عین وقت پر شہزادہ ڈھمپ نے مداخلت کر ڈالی تھی ورنہ صورت حال بہت مختلف ہو گئی ہوتی۔

صبح کی کرنیں نمودار ہوئیں تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ملازمہ سے ایک پیالی چائے طلب کی اور پھر چائے کے گھونٹ لیتی ہوئی نہ جانے کب تک یہ فیصلہ کرتی رہی کہ ان تمام معاملات میں اس کا اپنا کیا کردار ہونا چاہیے؟ بالآخر یہی سوچا تھا کہ خود اس مسئلے میں نمودار ہو کر کوئی مصیبت مول لینے سے فائدہ نہیں' حالات کا انتظار کیا جائے۔ یہ خدشہ بھی دامن گیر تھا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ رونما ہو جائے ورنہ ان کی تمام زندگی خاک میں مل جائے۔

وقت گزرتا رہا' دن کے تقریباً ساڑھے نو بجے تھے جب وہ بیرونی باغ میں نکل آئی اور وہیں اس نے شہزادہ ڈھمپ کو بھی دیکھا جو اسوقت سیکریٹریوں کے بغیر تھا اور لان میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ نہ جانے کیوں زمرد کا دل بے اختیار چاہا کہ وہ اس سے ملاقات کرے۔ بات خطرناک بھی تھی پتہ نہیں نواب پوپٹ کہاں ہیں؟ لیکن پھر اس نے نواب پوپٹ کی گاڑی پر نگاہ دوڑائی تو وہ نظر نہ آئی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ زمرد نے اپنے آپ میں ہمت پیدا کی اور پھر آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی شہزادہ ڈھمپ کے پاس پہنچ گئی۔

ڈھمپ چہل قدمی کرتا ہوا دور نکل گیا تھا واپس پلٹا تو زمرد کو اپنے سامنے پایا اور وہ ایک دم سے زمین پر آڑوں بیٹھ گیا۔ زمرد چونک پڑی تھی۔ ڈھمپ فوراً ہی کھڑا ہو گیا اور اس کے منہ سے آواز نکلی۔

''پوچھ۔''

''جی؟''

''مم..... میرا مطلب ہے وہ۔ وہ۔'' اس نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔

''پریشان نہ ہوں میں بھی اسی گھر میں رہتی ہوں۔''

''اسی گھر میں؟'' ڈھمپ نے حیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

''کیوں' کیا میرا اس جگہ رہنا تعجب خیز ہے۔''

''پپ پتا نہیں کون سا تعجب ہے لیکن کوئی نہ کوئی خیز ضرور ہے۔''

''میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

''چپ ہو چپ' شہزادہ ڈھمپ نے کہا۔

''جی میں سمجھی نہیں۔''

''مم میرا مطلب ہے کیجئے کیجئے۔''

''براہ کرم اس طرف تشریف لے آیئے۔''

شہزادہ ڈھمپ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دو مردوں کی نگاہیں پڑنا ممکن نہیں تھا۔

''تشریف رکھئے۔'' زمرد نے کہا اور شہزادہ ڈھمپ نے جیب سے ایک عجیب سی چیز نکال کر نیچے رکھ دی۔ وہ ایک کپڑے کا بنا ہوا بٹوا سا تھا۔ زمرد نے حیرت سے دیکھا اور پھر شہزادہ ڈھمپ کو دیکھنے لگی۔ شہزادہ ڈھمپ بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا ہے؟''

''آپ نے کچھ اور کہا تھا؟''

''میں نے آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ تشریف رکھئے۔''

''تو ہم نے رکھ دی۔'' ڈھمپ معصومیت سے بولا اور زمرد بے ساختہ ہنس پڑی۔

''میرا مطلب ہے آپ بیٹھ جائیے۔''

''اوہو اچھا اچھا۔'' شہزادہ ڈھمپ بوکھلائے ہوئے انداز میں بٹوے کے اوپر ہی بیٹھ گیا تھا۔ زمرد کو نہ جانے کیوں کچھ خوشگوار سا احساس ہو۔ اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے شہزادہ ڈھمپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کا تعلق ریاست ڈھمپ سے ہے؟''

''جج جی ہاں۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر شہزادہ صاحب میں اسی گھر میں رہتی ہوں اور نواب پوپٹ کی بھتیجی ہوں۔''

''بھا بھا۔''

''جی ہاں بھتیجی۔ وہ میرے چچا جان ہیں۔''

''اوہو اچھا' اچھا مم مگر بھتیجی' ہمارے ہاں تو بھتیجی ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے۔'' شہزادہ صاحب نے کہا۔

''ہوتا ہوگا مگر یہ ہمارے ہاں ایک رشتہ کہلاتا ہے۔''

''اچھا' اچھا بب بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر'' شہزادہ ڈھمپ نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے اور زمرد ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر اس نے مجبوراً اپنا بھی ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔ جسے شہزادہ ڈھمپ نے بڑی عقیدت سے اپنے ہاتھوں میں لے کر آنکھوں سے لگایا تھا۔ زمرد نے فوراً ہی ہاتھ پیچھے کھینچ لیا نہ جانے کیوں شہزادہ ڈھمپ کے ہاتھوں کے لمس سے اس کے پورے جسم میں ایک پھریری سی دوڑ گئی تھی۔ جبکہ شہزادہ ڈھمپ کی آنکھوں میں صرف معصومیت تھی اور وہ صورت سے انتہائی احمق نظر آ رہا تھا۔

''آپ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ یہ میں نہیں جانتی لیکن ایک بات میرے ذہن میں ہے آپ بے حد پراسرار شخصیت کے مالک ہیں۔'' ڈھمپ نے پھر پریشان نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور زمرد خود ہی کہنے لگی۔

''کیا آپ ہماری زبان بہتر طور سے نہیں سمجھتے۔''

''سمجھتے ہیں مگر بعض الفاظ اٹک جاتے ہیں۔''

''آپ جہاں اٹک جائیں مجھے بتا دیں میں آپ کی آمد سے یہاں بہت خوش ہوں۔''

''اوہو اچھا' اچھا۔'' شہزادہ ڈھمپ نے پرمسرت انداز میں گردن ہلائی۔

''آپ کو نون لطیفہ سے بھی بہت دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔'' زمرد نے کہا اور دفعتاً شہزادہ ڈھمپ کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے۔ اس کا چہرہ آہستہ آہستہ سرخ ہوتا جا رہا تھا اور آنکھوں میں نمی پیدا ہونے لگی تھی۔ زمرد نے حیرت سے اس کی بدلی ہوئی کیفیت کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

''کیا ہو گیا آپ کو؟''

''آہ آہ آپ نے لطیفہ کا نام لے دیا۔ آپ نہیں جانتیں خاتون کہ ہمارے دل میں لطیفہ کے لئے کتنے زخم پڑے ہوئے ہیں۔''

''کون لطیفہ؟'' زمرد حیرت سے بولی۔

''ہماری کنیز خاص تھی۔ مظلوم ہم سے محبت کرنے لگی تھی مگر ہمارے لاجان نے اسے دیوار میں چنوا دیا اسی روز سے ہم دیواروں پر رقص کر رہے ہیں اس کے بعد سے ہمارے دل کی دنیا ویران ہے اور' اور نہ جانے کیا کیا ہے۔'' زمرد پھر ہنس پڑی تھی۔ شہزادہ ڈھمپ نے شکایت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ ہمارے دل کے زخموں پر ہنس رہی ہیں۔''

''نہیں آپ کی غلط فہمی ہے۔''

''کیوں؟''

''میں نے فنون لطیفہ کے بارے میں کہا تھا آپ نے جو رقص پیش کیا تھا وہ بے مثال تھا۔''

''اوہو ہم سمجھے آپ لطیفہ کے بارے میں کچھ کہہ رہی ہیں۔ لطیفہ ہمارے لئے ایک کمزوری بن گئی ہے جب بھی اس کا نام ہمارے کانوں تک پہنچتا ہے ہمارے دل کی دنیا ٹوٹ جاتی ہے۔''

''کیا ہو جاتی ہے؟''

''ٹوٹ ٹوٹ۔'' شہزادے نے دونوں ہاتھوں سے ایک عجیب سا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''

''معافی چاہتی ہوں میں صرف فنون لطیفہ کا ذکر کر رہی تھی آپ بہت اچھے رقاص ہیں۔''

''جی' او یس۔'' شہزادہ ڈھمپ نے شرما کر گردن جھکا لی۔ زمرد بڑی گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے بھی اسے شہزادے کے چہرے پر عیاری نظر نہیں آئی تھی۔ شہزادہ اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے اس کی نگاہ اس کے کانوں پر پڑے ہوئے بالوں پر پڑی جو بہت قیمتی معلوم ہوتے تھے۔

''آپ نے یہ کانوں میں بالے کیوں پہن رکھے ہیں؟''

''اوہ یہ بھی ایک واقعہ ہے دراصل ہم سے پہلے ہمارے چھ بھائی مر چکے تھے۔ ہماری والدہ نے منت مانی اگر ہم زندہ رہ گئے تو وہ ہمارے کانوں میں بالے پہنا دیں گی۔ وہ پیار سے آج تک ہمیں بالے میاں کہتی ہیں اور ہم ان کی یاد میں کانوں میں یہ بالے ڈالے رہتے ہیں۔''

''اوہ اچھا۔'' زمرد ہنس پڑی پھر بولی۔ ''کیا آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے؟''

''جی کک' کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ خدا انہیں ہمارے سر پر سلامت رکھے۔''

''اوہو معافی چاہتی ہوں۔ بالکل معافی چاہتی ہوں ویسے آپ اپنی ریاست سے کب تشریف لائے؟''

''تشریف تو ہمارے نیچے دبی ہوئی ہے۔'' ڈھمپ نے اپنے نیچے سے کپڑے کا بٹوہ نکال لیا۔

''نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ کب وہاں سے آئے؟''

''ہوں' ہوں' کافی عرصہ ہو گیا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ مم مگر خاتون آپ ہمارے بارے میں اس طرح کیوں پوچھ رہی ہیں۔''

''بس ایسے ہی آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہا' ویسے آپ کو نواب پوپٹ کا رقص کیسا لگا؟''

''ارے' او یس ہم بڑے بااخلاق ہیں ورنہ ایک لمحہ میں بتاشوں کے رقص کی حقیقت کھول دیتے۔''

''کیوں؟ اس میں کیا خاص بات تھی؟''

''بتاشے پلائر آف پیرس کے بنے ہوئے تھے اور کافی مضبوط تھے۔ دیکھنے میں اصلی بتاشے نظر آتے تھے لیکن اگر ہم ایک بتاشا اٹھا کر نواب صاحب کے منہ میں رکھ دیتے تو ان کی تیسی باہر آ جاتی۔''

''ارے نہیں کیا واقعی؟'' زمرد حیرت سے بولی۔

''تو اور کیا اب ہم اتنے کونچی بھی نہیں ہیں۔ کونچی' کونچی مم میرا مطلب ہے آپ سمجھ رہی ہوں گی۔''

''ہاں سمجھ رہی ہوں۔'' زمرد نے گہری سانس لے کر کہا اس دوران میں موگنی بارے اختیار ہنس چکی تھی اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ شہزادہ عقل سے پیدل ہے پتا نہیں شہزادہ ہے بھی یا نہیں پوچھنا چاہتی تھی اس سے رات کے واقعات کے بارے میں لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ معلوم نہ ہو سکے گا وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ مین گیٹ سے نواب پوپٹ کی کار اندر آتی ہوئی نظر آئی اور زمرد اٹھتی کی پھر بولی۔

''شہزادہ صاحب آپ سے دوسری ملاقات جلد کروں گی لیکن براہ کرم اس کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے گا۔ اچھا خدا حافظ۔'' وہ پیچھے ہی پیچھے چلتی ہوئی اپنی رہائش گاہ کی طرف دوڑ گئی لیکن اس کا نہ جن شہزادہ ڈھمپ میں الجھا ہوا تھا۔ بڑی دلکش شخصیت کا مالک تھا۔ قریب سے دیکھنے پر اور بھی عمدہ نظر آتا تھا۔ ''معصوم'' معصوم' سادہ' لیکن اس کی سادگی اور معصومیت میرے لئے کس کام کی؟ میں کیا کروں؟ کس سے مشورہ لوں؟ مگر کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔

❁❁❁

عالم پور پہ بادل ان دنوں مستقل ہی چھائے رہتے تھے۔ رات کو یہ بادل اور گہرے ہو جاتے تھے اور زمین پر تاریکی کی چادر تن جاتی تھی۔ اس وقت بھی تا حد نگاہ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی بلکی بلکی بوندا باندی ہو جاتی تھی۔ والٹر اور گیسٹر خاموشی سے اپنا سفر طے کر رہے تھے۔ جیپ سست رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔ والٹر ڈرائیو کر رہا تھا اور گیسٹر اس کے قریب خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گیسٹر نے کہا۔

''شاید صورت حال کچھ زیادہ ہی خطرناک ہوگئی ہے ورنہ چیف اس قدر پریشان نہ ہوتا۔''

''کچھ عجیب سے معاملات سامنے آئے ہیں۔ چیف اس سے پہلے کبھی اس قدر زیر بوں نہیں ہوا تھا۔''

''میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ سب کچھ زیما سارڈان کی وجہ سے ہے۔''

''آخر وہ ہے کیا بلا؟''

''خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ایسی ویسی بلا نہ ہوگی ورنہ چیف اس کی پروانہ کرتا۔'' ولسٹر شانے ہلا کر خاموش ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت کے پاس پہنچ گئے جس کے بارے میں اسے علم تھا کہ ڈیپارلو وہاں مقیم ہے۔ جیپ کو عمارت کے بغلی حصے میں کھڑا کرنے کے بعد دونوں نیچے اترے اور محتاط انداز میں آگے بڑھتے ہوئے گیٹ تک پہنچ گئے۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔ گیسٹر نے اس سے چیف کے بارے میں پوچھا تو چوکیدار نے گردن خم کر کے کہا۔

''اندر موجود ہیں۔''

دونوں آگے بڑھ گئے۔ عمارت تاریک پڑی ہوئی تھی۔ کسی بھی کمرے میں کوئی روشنی نہیں تھی لیکن دونوں اس عمارت سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ وہ خاموشی سے اندر پہنچ گئے اور پھر گیسٹر ہی نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔

ابھی وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر ہی داخل ہوئے تھے کہ کمرے میں چٹ کی آواز کے ساتھ روشنی ہوگئی۔ لیکن انہوں نے نہایت حیرت سے دیکھا کہ یہ روشنی ان کے عقب میں داخل ہونے والے چوکیدار نے کی تھی جس سے انہوں نے ابھی گیٹ پر ملاقات کی تھی۔ گیسٹر نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''کیوں تم یہاں کیوں؟''

''ہوش کی دوا کر گیسٹر نہیں ڈیپارلو ہوں۔'' چوکیدار نے جواب دیا تو گیسٹر اور ولسٹر کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

''اوہ، سس سر آپ۔''

''ہاں اس کتیا کی بچی نے میرا جینا حرام کر رکھا ہے۔''

''کس نے سر؟''

''زیما سارڈان اور کون؟ وہ میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اپنے بھائی کا انتقام لینا چاہتی ہے۔''

''مگر چیف وہ۔''

''اگر تم اس کے بارے میں یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ میرے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے تو اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ ویسے یہاں تک آنے میں تم نے احتیاط سے کام لیا ہے؟''

''اگر اس سلسلے میں کوئی غلط بات ثابت ہو جائے تو آپ جو سزا دیں گے ہمیں قبول ہوگی۔''

''ہاں گیسٹر! اسی لئے میں نے تمہیں ہدایات دی تھیں کہ سب سے زیادہ اپنے تعاقب کا خیال رکھنا۔''

''کوئی پرندہ بھی ہمارے ساتھ ساتھ پرواز کرتا ہوا یہاں تک نہیں پہنچا ہے۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' ڈیپارلو نے کہا۔ اس وقت وہ بہت نروس نظر آ رہا تھا اور ناتش مزاج انسان تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر الجھن کے آثار دیکھنے کے بعد اس نے اپنے چہرے سے میک اپ اتار دیا۔ گیسٹر اور ولسٹر مطمئن ہوگئے۔

''سوری سر ہمارے لئے ضروری تھا۔''

''ہاں مجھے بھی تمہاری یہ مستعدی پسند آئی۔ پہلے میں اپنا چہرہ درست کر لوں اس کے بعد تم سے بات کروں گا۔'' ڈیپارلو نے اپنے چہرے پر واپس میک اپ ماسک چڑھالی اور پھر ان کے سامنے ہی بیٹھ کر پرخیال انداز میں دہنا کال کھجانے لگا پھر بولا۔

''وہ یہاں بہت لمبے لمبے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ تم نے دیکھا اس نے ہمارا کروڑوں روپے کا نقصان کر دیا ہے۔ وہ تمام اڈے زبردست نقصانات اٹھا چکے ہیں جو ہمارے پلائی ڈپو تھے اور طویل عرصے سے کسی کا بک نے ہماری جانب رخ نہیں کیا ہے۔ اس سے تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ زیما سارڈان کس قدر رسوخ ثابت ہو رہی ہے۔''

''سر اگر ہمیں اجازت دی جاتی تو۔''

''میں تم لوگوں کو کھونا نہیں چاہتا تھا ورنہ تمہیں اجازت دے دیتا۔''

''میں سمجھا نہیں جناب۔'' ولسٹر نے کہا۔

''وہ تمہارے بس کی چیز نہیں ہے۔''

ولسٹر کچھ کہتے کہتے رک کر خاموش ہوگیا تھا تب ڈیپارلو نے کہا۔

''اور تم جانتے ہو کہ میں بلاوجہ کسی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ صورت حال ایسی پیش آ گئی ہے کہ ہمیں یہاں سے واپس چلنا پڑے گا۔''

''سر کیا اس قدر؟''

''میں فضول باتوں کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اب تم صرف وہ سنو جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''یس سر۔'' گیسٹر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اپنے تمام آدمیوں کو ایک جگہ جمع کر لو اور میری ہدایت کا انتظار کرو۔ جس قدر مال سمیٹا جا سکتا ہے سمیٹو اور نواب پوپٹ کو منتقل کر دو۔ یہ تمام ذخیرے اس کی تحویل میں دینے کے بعد تمہیں یہاں سے نکلنا ہے لیکن اس دوران میں تمہاری سرگرمیاں نہ سونے کے برابر ہونی چاہئیں۔ میں کل نواب پوپٹ کو یہاں طلب کرتا ہوں اور اسے تمام صورتحال سمجھائے دیتا ہوں۔ فی الحال وہ ہمارے مفادات کی اسی طرح نگرانی کرے گا جیسے کرتا رہا ہے اور زیما سارڈان سے نمٹنے کے بعد ہم پھر سے یہاں اپنی کامشروع کریں گے جس کے لئے ہم نے انتظام مکمل کر لیا تھا۔''

''آپ نے یہی بہتر سمجھا ہے تو ظاہر ہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''میں تمہیں یہ اطلاع ٹرانسمیٹر پر بھی دے سکتا تھا لیکن یوں سمجھ لو کہ اب یہ سب کچھ بہت خطرناک ہو چکا ہے۔ اور ہم ٹرانسمیٹر بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ مجھے شبہ ہے کہ کہیں سے اس کے ہاتھ کوئی ٹرانسمیٹر لگ گیا ہے مجھے کچھ ایسے اشارے موصول ہوئے ہیں جیسے کوئی غلط ہاتھ ہمارے فریکوئنسی والے ٹرانسمیٹروں کو استعمال کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔''

''اوہ! وہ بہت چالاک لڑکی معلوم ہوتی ہے۔''

''اس درجے چالاک کہ بھولوں اس کی وجہ سے یہاں سے جانا چاہتا ہوں چنانچہ اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہے کہ میری یہ ہدایت کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

''بہت بہتر جناب۔ لیکن ہم اپنے آدمیوں کے ساتھ کہاں قیام کریں؟''

''نواب پوپٹ کے اس مکان میں جو اس نے ہمارے سپرد کیا ہے۔''

''بہتر سر وہ اچھی جگہ ہے۔ ابھی تک ہم نے اسے دیکھا بھی نہیں ہے۔''

''تم میں سے ایک نواب پوپٹ سے ملے اور کل رات کو نو بجے اسے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ یہ پیغام تم خود اسے دینا اور اس سے کہہ دینا کہ اب ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔''

''بہت بہتر جناب۔ یہ اطلاع ابھی دے دی جائے نواب پوپٹ کو؟''

''ہاں لیکن برا دراست۔''

''بہت مناسب اور کوئی حکم؟''

''نہیں بس اس کے بعد تمہیں جو کچھ کہا ہے تم جانتے ہو تمام آدمیوں کو یکجا کر کے میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔''

''بہت بہتر جناب۔'' گیسٹر نے جواب دیا اور اس کے بعد ڈیپارلو ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا رہا۔ وہ تاثر ہاتھا کہ یہاں سے جانے میں اسے کیا کیا نقصانات اٹھانے پڑیں گے اور اب تک اس کے نقصانات کا تخمینہ کیا ہے۔

کچھ دیر بعد انہیں وہاں سے واپسی کی اجازت مل گئی تھی اور ہدایت دی گئی تھی کہ وہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھائیں۔

❀❀❀

شہزادہ دھمپ نواب پوپٹ کے ہاں مقیم تھے لیکن اب نواب پوپٹ ان سے کسی قدر ریزرو سا ہو گیا تھا۔ خاص طور سے اس رات کے واقعے کے بعد تو نواب پوپٹ پر ایک عجیب سی الجھن سوار ہو گئی تھی اور وہ شہزادہ دھمپ کی ٹوہ میں ہی نظر آتا تھا۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں دیکھی تھی جو قابل توجہ ہوتی۔ اس کا آج کا دن بے حد مصروف تھا۔ پچھلی رات ملنے والی ہدایات نے اسے بے چین کر رکھا تھا اور وہ آج بہت سی تیاریوں میں مصروف تھا۔ پرنس آف دھمپ سے بھی کوئی خاص ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بلاوجہ یہ مصیبت اپنے سر لگا لایا ہے۔ ڈیپارلو نے اسے طلب کیا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج ہی ڈیپارلو سے شہزادہ دھمپ کے بارے میں بھی گفتگو کرے گا اور بتائے گا کہ وہ شخصیت اس کے لئے خطرناک بھی ہو سکتی ہے جب کہ ابھی تک بظاہر کوئی ایسی بات نہیں چل سکی تھی جو باعث تشویش ہوتی۔ نواب پوپٹ کے خیال میں یہ صرف ڈیپارلو کا شبہ تھا کہ شہزادہ دھمپ کو دیکھا جائے۔ بھلا وہ بھی کوئی دیکھنے کی چیز تھی۔ ہاں اس کی حیران کن صلاحیتوں نے نواب پوپٹ کو بھی بہت متاثر کیا تھا اور شہزادہ دھمپ سے براہ راست تعلقات رکھنا چاہتا تھا لیکن جو زندگی وہ گزار رہا تھا اس میں کسی قسم کے تعلقات کی گنجائش نہیں تھی۔ اسے صرف چند ہدایات کی پابندی کرنی تھی اور اس کے لئے باقی تمام تفریحات ترک کر دینی تھیں۔

رات ہوگئی۔ موسم آج بھی پچھلے دن کی مانند ابر آلود تھا اور بادلوں کے غول لدے آ رہے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد نواب پوپٹ نے سونے کی اجازت طلب کی اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا اور کمرے کی عقبی کھڑکی سے باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔

وہ مختلف جگہوں پر چکر لگا رہا تھا۔ غالباً تعاقب کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کار کافی دیر تک سڑکوں پر چکر لگانے کے بعد بلا شرکت راستے پر ہو لی اور اب نواب پوپٹ کسی قدر اطمینان سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر یکا یک ہی تاریک مکان کے دروازے پر پہنچ کر رک گئی تھی۔

نواب پوپٹ نے کار کو دروازے کے باہر ہی کھڑا کر دیا اور اس کے بعد اندر کمرے میں داخل ہو گیا۔ دروازے پر چوکیدار موجود تھا اس نے پوپٹ کو دیکھ کر گردن خم کی اور اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ نواب پوپٹ اطمینان سے اندر چل پڑا تھا اور پھر وہ تاریک مکان کے اس حصے میں پہنچ گیا۔ وہ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور ٹوٹل کر ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اندر روشنی نہیں تھی۔ چند ہی لمحوں بعد دروازے پر آہٹ سنائی دی اور پھر ڈرائنگ روم میں روشنی ہوگئی۔ آنے والا چوکیدار تھا۔ نواب پوپٹ نے تحیر انہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو چوکیدار نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار دیا اور نواب پوپٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''سس، سوری سر آپ؟''

''ہاں مسٹر رفیق، یہ میں ہی ہوں۔''

''اوہ سوری سر میں آپ کے ساتھ دروازے پر۔''

''بے کار باتیں مت کرو۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں باہر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں کوئی تمہارا تعاقب کرتا ہوا تو نہیں آیا ہے؟''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سر اس سلسلے میں آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔''

''ہاں گیسٹر وغیرہ نے تمہیں ہدایات دے دی ہوں گی کہ آج کل میں کس قدر خطرناک حالات سے گزر رہا ہوں۔''

''سر میں کئی بار آپ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن ٹرانسمیٹر پر جواب ہی موصول نہیں ہوتا ہے سخت بے چین ہوں۔''

''ان دنوں جان بوجھ کر ٹرانسمیٹر کا استعمال ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ مجھے شبہ ہے کہ ہمارا کوئی سیٹ غلط ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔''

''اوہ سر میں آپ کو ایک لڑکی کا واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ وہ کون ہے؟ اور آپ کے بارے میں معلومات کیوں حاصل کرنا چاہتی ہے؟''

''کیا مطلب؟'' ڈیپارلو چونک پڑا اور نواب پوپٹ نے اس رات کی پوری کہانی ڈیپارلو کو سنا دی۔

''ظاہر ہے تم اس کو کچھ نہ بتا سکے ہو گے؟''

''جی سر اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ بیوقوف شہزادہ اگر درمیان میں دخل اندازی نہ کر دیتا تو ہو سکتا ہے لڑکی کوئی نقصان پہنچا دیتی۔''

''شہزادہ وغیرہ چھوڑو مجھے فی الحال کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ انتظامیہ کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔ نواب پوپٹ حالات بالکل تبدیل ہو چکے ہیں اور میں اب یہاں سے جا رہا ہوں۔''

''جی؟'' نواب پوپٹ نے تحیر انہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

''ہاں وہ لڑکی میری ایک قدیم دشمن ہے اور مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ یہاں اس نے ایسے جال پھیلا رکھے ہیں کہ فی الحال میرے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ میں یہاں قیام کروں چنانچہ

میں نے تمہیں اس لئے مطلب کیا ہے میرے تمام آدمی تمہارے اس مکان میں جمع ہو گئے ہیں جو تم نے مجھے دیا تھا اور اب ہم یہاں سے روانگی کے لئے تیار ہیں۔ اس عرصے کے لئے میں تمہیں کچھ ہدایات دینا چاہتا ہوں۔"

"لیکن سر آپ کا منصوبہ بے حد طویل تھا۔"

"کیا تمہارے ان سوالات کی کوئی گنجائش ہے نواب پوپٹ؟"

"نہیں سر، لیکن میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"فضول باتیں جاننے کی کوشش ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ تمہاری ذمے داری یہ ہے کہ تم اب کچھ عرصہ کے لئے بالکل خاموش ہو جاؤ۔ تمام پلائیں روک دو کیونکہ تم نے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے اڈوں پر جو مال پہنچا ہے اسے تباہ کر دیا گیا ہے اور اس طرح ہمیں شدید نقصان ہوا ہے۔"

"سر! میں خود ان دنوں بے حد پریشان ہوں۔ میرے تمام آدمی تلاشی لیتے پھر رہے ہیں ہر جگہ کی لیکن ہمیں کوئی بھی مشتبہ شخص دستیاب نہیں ہو سکا۔"

"وولڑ کی تنہا ہے اور تنہائی ہی سب کچھ کرتی پھر رہی ہے ہم اسے چھلاوہ کہہ سکتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے لئے اب وقت نہیں رہا ہے۔ پلائیں رکوا دو اور ان سے کہو کہ مال اپنے پاس جمع کرتے رہیں کسی مناسب وقت تم ان سے تمام مال کی شرداری کر لیں گے۔ اگر وہ کچھ لیڈ وانس چاہتے ہیں تو یہ لیڈ وانس رقم تم انہیں دیتے رہو بلکہ یوں کرو کہ مقرر کر لو کہ اگر کوئی تمہیں دس لاکھ کی سپلائی کرنا ہے تو اسے چار لاکھ ادا کر دو اور باقی چھ لاکھ روک لو اور اس سے کہو کہ وہ انتظار کرے اور مال کو ہمارے لئے محفوظ کر لے۔"

"جی سر بہت بہتر۔"

"اس کے علاوہ بھی کچھ ہدایات تمہارے لئے ہیں جن کا تمہیں خاص خیال رکھنا ہے۔" ڈیپارلو نواب پوپٹ کو تفصیلات بتاتا رہا اور نواب پوپٹ نے گردن ہلا دی۔

"لیکن سر آپ کب روانہ ہوں گے؟"

"اس بارے میں اب تم سے کوئی بات نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی ملاقات۔ دہلت کا مسئلہ جہاں تک ہے اگر تمہارے پاس کوئی کمی ہو تو تم جانتے ہو کہ وہ تمہیں کہاں سے حاصل کرنی ہے؟"

"نہیں سر اس کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ کی دی ہوئی بہت سی رقم میرے پاس بے کار پڑی ہوئی ہے۔ لیکن میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اس بار آپ جو اسٹیکام پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں وہ مکمل ہو جائے۔"

"اب اس کا موقع نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ بعد دوبارہ میں یہاں واپس آ جاؤں۔ اس وقت تک تمہیں صورت حال سنبھالے رکھنی ہے۔"

"یہاں کے سلسلے سے تو آپ بالکل مطمئن رہیں سر کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"بس تمہیں یہی ہدایت دینی تھی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

نواب پوپٹ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے ڈیپارلو کو سلام کیا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ آیا۔

ڈیپارلو اس کے پیچھے پیچھے ہی اس کی تاریک گپا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نواب پوپٹ اپنی کار اسٹارٹ کر کے واپس چل پڑا اس کا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا اور اسے وولڑ کی یاد آ رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ وولڑ کی بے حد خطرناک تھی۔ نو دو اگر اس وقت شہزادہ ڈھمپ مداخلت نہ کر دیتا تو نہ جانے کیا ہو جاتا؟ نواب پوپٹ پریشانی میں سوچتا آ رہا تھا کہ دفعتاً ہی اسے ایک عجیب سی آواز سنائی دی اور اس کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا۔ کار لہرائی اور اس کے ساتھ ہی بریکوں پر دباؤ بڑھ گیا۔ نواب پوپٹ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آواز دوبارہ سنائی دی۔ ایک عجیب سی غرغراہٹ سی تھی اور اب نواب پوپٹ کو آواز کی سمت کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے پٹ کر پچھلی سیٹوں کے درمیان دیکھا اور اس کے بدن کے سارے مساموں نے پسینہ اگل دیا۔ شہزادہ ڈھمپ پچھلی سیٹوں کے درمیان مزے سے پاؤں پھیلائے اطمینان سے لیٹا ہوا تھا۔ چند لمحے اس نے کچھ سوچا اس کے بعد کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اب نواب پوپٹ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات آ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں کسی قدر خونخوار ہو گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد نواب پوپٹ کی کار کوٹھی میں داخل ہو گئی اور نواب پوپٹ اسے لئے ہوئے پورچ سے آگے بڑھ گیا۔ گیٹ کے بالکل قریب پہنچنے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا آس پاس کوئی ملازم موجود نہیں تھا۔ وہ نیچے اترا اور اس نے کار کا دروازہ کھول کر شہزادہ ڈھمپ کو نیچے گھسیٹنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں اسے ناکامی نہیں ہوئی تھی لیکن مداخلت ضرور ہوئی تھی۔ حلانکہ وہ دھان پان سا آدمی تھا لیکن اس وقت حیرت انگیز طاقت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس نے شہزادہ ڈھمپ کو گھسیٹ کر کاندھے پر ڈالا اور پھر کار اسی جگہ چھوڑ کر اندر چل پڑا۔

شہزادہ ڈھمپ کے دونوں ہاتھ پاؤں لٹک رہے تھے لیکن جب نواب پوپٹ اپنے ایک مخصوص ہال نما کمرے میں پہنچا جو اندر ہی حصے میں تھا تو دفعتاً شہزادہ ڈھمپ ان کے کندھے سے نکل گیا۔

"ارے ہائیں ہائیں یہ کک کیا کر رہے ہو؟ کک، کون ہے؟ ہمیں اغوا کیوں کیا جا رہا ہے؟ سس سیکریٹری۔"

لیکن نواب پوپٹ نے شہزادہ ڈھمپ کا منہ بھینچ لیا تھا اور اس کے بعد اس نے شہزادہ کے کوا اس کمرے کے دروازے سے اندر دھکا دے دیا پھر خود بھی اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

شہزادہ ڈھمپ کمرے کے پتھوں بیچ چت پڑا ہوا تھا۔ نواب پوپٹ اسے دیکھتا رہا۔ اس وقت اس کا چہرہ حد درجے سخت تھا۔ وہ مسرور دکھائی دیتا تھا۔

"چنانچہ اس سلسلے کی سب سے پہلی کارروائی یہ ہے کہ کل تم ہمیں دھکے دے کر اپنی اس حویلی سے باہر نکال دو۔"

"جی؟" نواب پوپٹ نے حیرت سے کہا۔

"اے ہاں ضروری ہے سمجھا کرو۔" شہزادہ ڈھمپ ایک آنکھ دبا کر بولا اور نواب پوپٹ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

❁❁❁

کیپٹن فیاض بادل نخواستہ عالم پور کے لئے چل پڑا تھا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ملا تھا۔ چنانچہ عمران کا پیغام اس کے لئے سہارا بات ہوا تھا۔ ان دنوں اس پر بہت بری بیت رہی تھی جو کیس اس کے سپرد کیا گیا تھا اس میں دو آدمیوں کی ہلاکت فیاض کی مکمل ذمے داری قرار دی گئی تھی اور اس سے اس کی جواب طلبی کی گئی تھی۔ فیاض نے اس سلسلے میں مہلت مانگی تھی۔ معاملہ بہت گھمبیر شکل اختیار کر گیا تھا اور ایسے حالات میں عمران کا لاپتہ ہو جانا فیاض کے لئے اور زیادہ پریشانی کا باعث تھا روزانہ رات کے وقت وہی کام آ جاتا تھا۔

فیاض پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ اسی کھوکھلے عالم میں تھا کہ عمران کی طرف سے اس ایک مکمل پیغام ملا اور فیاض نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا تھا۔ وہ عمران کی ہدایت کے مطابق انتظامات کر کے چل پڑا تھا۔ چنانچہ عالم پور پہنچنے کے بعد اس نے فوری طور پر ہوٹل سیر گاہ کا رخ کیا جب کہ اس کے ساتھ آئے ہوئے پولیس کے بے شمار افراد مقامی تھانے میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ فیاض نے ان کے سلسلے میں تھانہ انچارج کو ہدایت دے دی تھی۔

فیاض سادہ لباس میں ہوٹل سیر گاہ میں داخل ہوا اس نے شہزادہ ڈھمپ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ پوپٹ کی کوٹھی سے نکلنے کے بعد شہزادہ ڈھمپ نے پھر ہوٹل سیر گاہ کا ہی رخ کیا تھا حالانکہ نواب پوپٹ نے ان کے یہاں تمام کمرے کنسل کروا دیئے تھے لیکن اس کے باوجود شہزادہ ڈھمپ کی جو حالت تھی اس کے تحت ہوٹل کے منیجر نے فوراً ہی شہزادہ ڈھمپ کی خواہش کے مطابق تمام کمروں کا بندوبست کر دیا تھا اور شہزادہ ڈھمپ پھر سے انہی کمروں میں مقیم ہو گئے تھے۔

فیاض کو شہزادہ ڈھمپ کے کمرے میں پہنچا دیا گیا اور منیجر شہزادہ ڈھمپ سے انعام لے کر وہاں سے واپس چلا آیا۔ فیاض ٹٹولنے والی نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"بڑے خوب تو تم عالم پور آ گئے اور مجھے وہاں مصیبت میں چھوڑ آئے۔"

"اے ہم یہ لہجہ مت اختیار کرو کتنی بار کہا ہے کہ میرا اور تمہارا نکاح نہیں ہوا۔ ہمیشہ ہی ایسا انداز اختیار کر لیتے ہو جیسے لڑکا بیوی شوہر سے باز پرس کر رہی ہو۔"

فیاض ہنسنے لگا پھر بولا۔ "یار عمران یقین کرو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ملازمت کو کس طرح برقرار رکھوں؟"

"تمہیں پولیس کی نوکری کرنی ہی نہیں چاہئے تھی سو پہلے تم تو کسی مویشی خانے کے منشی ہوتے تو تمہارے حق میں بہتر تھا۔"

"جو بول چاہے کہہ لو۔ یہ بتاؤ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"دیکھ نہیں رہے عیش کر رہے ہیں۔"

"اور مجھے وہاں مصیبت میں چھوڑ آئے تھے۔"

"میرا آخر تم سے تعلق کیا ہے؟"

"کچھ نہ کچھ تعلق تو ہے کم از کم ایسے معاملات میں تو مجھے بے سہارا نہ چھوڑا کرو۔"

"مجھے تم پر نہیں سوچ تمہاری بیوی پر ترس آتا ہے۔ وہ بہت اچھی خاتون ہیں۔ اور تم ایک نکمے ناکارہ اور عیاش آدمی۔"

"جتنی گالیاں یاد ہوں دے ڈالو میں اس وقت تمہارے سامنے سر نہیں اٹھاؤں گا مگر خدا را میری مدد کرو۔"

"کیا چکر ہے؟"

"بتا چکا ہوں یہی سارا سب کچھ ڈی جی صاحب ان دنوں آگ بگولا ہوئے ہیں اور اس بات پر شہ کر رہے ہیں کہ پچھلا کیس میں نے ہی نمٹایا تھا۔"

"یہ ڈی جی صاحب بھی کمال کرتے ہیں بار بار شک کرتے ہیں اور بار بار شک دھو ڈالتے ہیں۔ انہیں یہ تجربہ نہیں ہے کہ کون کیا کر سکتا ہے؟"

"میں نے کہا نا جتنا چاہو برا بھلا کہہ لو لیکن اس سلسلے میں تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔"

"لوئیس ڈیپارلو کا نام سنا ہے؟"

"پورا سلسلہ ہی اس کا ہے۔ یہ بات منظر عام پر آ چکی ہے۔" فیاض نے جواب دیا اور عمران چونک پڑا۔

"کس طرح؟"

"اور بھی بہت سے محکمے کام کر رہے ہیں لوئیس ڈیپارلو کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ آج کل انہی طرف میں ہے۔"

"یہ اطلاع تم تک کیسے پہنچی؟"

"میں نے کہا نا اس سلسلے کی تمام ذمے داریاں مجھے ہی سونپ دی گئی ہیں۔"

"گڈ تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں جو کچھ چاہتا ہوں اس کے لئے مجھے سوال کرنا بے کار ہے بس کسی طرح میری گلو خلاصی کرا دو اور اس کے بعد میں دو تین ماہ کی چھٹیاں لے لوں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ اور ایک کاغذ پینسل نکال کر سامنے رکھو۔ بند ائی طور پر تمہیں ایک عمارت پر چھاپہ مارنا ہے۔ اور وہاں انتہائی خاموشی سے تمام کارروائی کرنی ہے۔ اس کے بارے میں تفصیلات مجھ سے لے لو۔"

فیاض کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ اس نے عمران کی ہدایت کے مطابق کاغذ اور پینسل تلاش کر ہی لیا اور عمران جھک کر اسے تفصیلات بتانے لگا۔ فیاض گردن ہلا رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے بزرگ کے سامنے بیٹھا عاقبت درست کر رہا ہو۔

کافی دیر تک عمران اسے صورت حال سمجھاتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

"اس کارروائی کو مکمل کر لو لیکن جتنی خاموشی ہو گی اتنی ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ان لوگوں کو وہیں نظر بند رکھنا میرا مطلب ہے قید رکھنا اور اپنے آدمی وہاں لگا دینا۔ کسی کو اگر باہر نکلنے کا موقع مل گیا تو سمجھ لو کہ پھر سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"تم اطمینان رکھو یہ ذمے داری میری اگر میں نہ کر سکا تو پھر محکمہ پولیس سے استعفیٰ دے دوں گا۔"

"ویری گڈ میں اسی جذبے کا سامنا کرنا چاہتا ہوں۔" عمران نے جواب دیا اور فیاض گردن ہلانے لگا۔

چند لمحے مکمل خاموشی رہی پھر عمران بولا۔ "تم جب اس کام کو مکمل کر لو تو مجھے یہیں رپورٹ دینا۔ اس کے بعد میں تمہیں دوسری ہدایات کر دوں گا۔"

"تو یہ کام مجھے آج رات کو کرنا ہے۔"

"بالکل دیر کرنا بے سود ہے۔" عمران نے جواب دیا اور فیاض اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"کیوں نیم مجھے قاتل نگاہوں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"نہیں یار صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ کیا تم میری مدد کرنے پر سنجیدہ ہو؟"

"تم اگر چاہو تو غیر سنجیدہ ہو جاؤں۔"

"نہیں خدا کی قسم نہیں تو پھر میں چاہتا ہوں انتظامات کرنے ہیں۔"

"آخری بار کہہ رہا ہوں کہ ہوشیار رہنا۔"

"یقیناً" فیاض نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ عمران سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔

عمران کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کچھ دیر انتظار کرتا رہا اور پھر اس نے وائرلیس ٹرانسمیٹر پر چابی گھمانا شروع کر دی چند ہی لمحوں کے بعد دوسری طرف سے ہلکی آواز ابھری۔

"یس سر بلیک زیرو اسپیکنگ۔"

"کیا رپورٹ ہے؟"

"تمام پوائنٹ محفوظ ہیں۔ وہ اپنی جگہ موجود ہے اور دوسرے تمام لوگ بھی۔"

"بلیک زیرو اپنے تمام آدمیوں کو سمیٹ لو اور کسی ہوٹل میں منتقل ہو جاؤ۔ ان سے کہو کہ وہ واپسی کی تیاریاں شروع کر دیں۔"

"او دیٹ بہتر جناب لیکن"

"ہاں سب ٹھیک ہے میں نے یہ معاملہ کیپٹن فیاض کے سپرد کر دیا ہے اور اب کیپٹن فیاض اس کیس کو ہینڈل کرے گا۔"

"جی بہت بہتر تمہارے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم ابھی یہیں رہو۔ وہ لوگ اگر ایک دن یہاں رہنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے کہو کہ اطمینان سے یہاں سے واپسی کی تیاریاں کر لیں اب ان کا کام ختم ہو گیا ہے۔"

"جی بہت بہتر۔" بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران نے وائرلیس ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

❁❁❁

ڈیپارلو چوکیدار کی حیثیت سے اسی عمارت میں مقیم تھا۔ ان دنوں اس پر شدید بے چینی طاری تھی۔ دن میں کھانے پینے کا سلسلہ بھی تقریباً منقطع ہی ہو چکا تھا۔ نہ جانے کیوں اس پر ایک اضطراب سا طاری رہتا تھا۔ اب وہ یہاں سے نکل جانے کے چکر میں تھا اور اس سلسلے میں جو انتظامات ہو رہے تھے ان کی تکمیل کا انتظار کر رہا تھا۔

یہ رات بھی معمول کے مطابق ہلچلوں سے بھری رات تھی۔ ان دنوں عالم پور پر ہمہ وقت بادلوں کا سیر رہتا تھا۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے۔ ڈیپارلو چوکیدار کی حیثیت سے کیبن ہی میں تھا اور پوری عمارت سائیں سائیں کر رہی تھی۔

ڈیپارلو نہ جانے کس سوچ میں گم تھا کہ دفعتاً ہی حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔ اسے عمارت کے ایک اندرونی کمرے میں روشنی نظر آئی تھی۔ ڈیپارلو شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے علاوہ عمارت میں کوئی نہیں ہے پھر کمرے میں روشنی کیسے ہوئی۔ وہ چند لمحے دم سادھے ساکت و جامد اس روشنی کو دیکھتا رہا کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ تب وہ دہشت زدہ سا وہاں سے نکل آیا اور آہستہ آہستہ چھپتا چھپاتا اس طرف بڑھنے لگا جس طرف کمرے میں روشنی نظر آئی تھی۔ عمارت کے صدر دروازے سے داخل ہوتے ہوئے اس نے بڑی احتیاط رکھی تھی۔ جلدی وہ اس کمرے کے پاس پہنچ گیا جو اندر سے روشن تھا۔ اپنے ہاتھوں میں اس نے مستقل طور پر چڑھے ہوئے الیکٹرو فائر کو درست کر لیا تھا۔ ان الیکٹرو فائرز کی مدد سے وہ اپنے بہت سے دشمنوں پر قابو پا سکتا تھا۔ اور یہ الیکٹرو فائرز اس نے خاص طور سے اپنے ہاتھوں میں فٹ کرائے تھے جو چھوٹی سی بیٹری سے چارج ہوتے تھے۔ اور ان سے خوفناک چنگاریاں نکلتی تھیں جو اگر کسی کے جسم پر پڑ جاتیں تو جسم میں سوراخ کرتی ہوئی دوسری جانب نکل جاتیں۔

الیکٹرو فائرز سنبھالنے کے بعد وہ دروازے کی جانب بڑھا اسے شبہ تھا کہ کوئی کمرے کی تلاشی لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ چند لمحات وہ دروازے پر آہٹیں لیتا رہا اور پھر اس نے انتہائی پھرتی سے دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ وہ دونوں ہاتھ سامنے کئے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے کا باب ضرور چل رہا تھا لیکن پورا کمرہ سائیں سائیں کر رہا تھا اور وہاں کوئی ذی جان نہیں تھا۔ کمرے کو خالی دیکھ کر ڈیپارلو کا چہرہ مزید دہشت زدہ ہو گیا اور وہ خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ کمرے کے دروازے پر واپس پہنچ گیا۔ یہاں کوئی نہیں تھا پھر یہ روشنی کس نے جلائی؟ خود بخود روشنی جلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ کمرے کے دروازے پر کھڑا خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اور دفعتاً ایک بار پھر اسے خوف سے اچھلنا پڑا کیونکہ اس کمرے کے آخری سرے کا بلب روشن ہو گیا تھا۔

ڈیپارلو کے چہرے پر شدید خوف کے تاثر منجمد ہو گئے تھے۔ اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور کمرے سے باہر نکل آیا اور آہستہ آہستہ ایک سمت بڑھ گیا۔ اب وہ ستونوں کی آڑ لیتا ہوا اس کمرے کی جانب جا رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا لیکن اس بار اس نے دروازے کے بجائے کھڑکی کے استعمال کی تھی اور اس سے اندر جھانکنے لگا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کمرہ بھی بالکل خالی تھا۔

ڈیپارلو کے حواس اب جواب دیتے جا رہے تھے اور اس کے اعصاب شل ہو رہے تھے۔ چند لمحے وہ اس طرح کھڑا رہا اور پھر اس کے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی وہ یہ کہ وہ یہاں سے فرار ہو جائے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اپنے کمرے کی جانب جانے لگا جس میں اس کا قیام رہتا تھا اور جہاں اس کی اہم چیزیں موجود تھیں کم از کم ان چیزوں کو یہاں سے نکال لے جانا ضروری تھا ورنہ اس کا سارا منصوبہ چوپٹ ہو جاتا۔

وہ بے آواز چلتا ہوا اپنے رہائشی کمرے میں داخل ہو گیا لیکن ابھی اس نے اپنے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ دفعتاً اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی اور اس کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکل گئی۔ سر پر پڑنے والی چوٹ اتنی ہی زوردار تھی کہ ڈیپارلو کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے تھے اور حواس گم ہو گئے تھے۔ وہ دو قدم لڑکھڑاتا ہوا پلٹا اور پھر اوندھے منہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس وقت کمرے میں بھی روشنی ہو گئی تھی۔ ساتھ ہی ڈیپارلو نے نرینا سارڈن کا قہقہہ سنا تھا اور آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن سر کی چوٹ اس کی مہلت نہیں دے رہی تھی۔ اسے نرینا سارڈن کا دھندلا دھندلا سا خاکہ نظر آیا۔ نجانے وہ کیا کر رہی تھی پھر دفعتاً ہی ڈیپارلو کو ایک اور عجیب واقعے سے دوچار ہونا پڑا نرینا سارڈن نے اسے کسی چیز سے نہلا دی تھا اور دوسرے لمحے ڈیپارلو کو پٹرول

کی محسوس ہوئی۔ نزیما سارڈان اسے سر سے پاؤں تک پٹرول سے نہلانے کے بعد پیچھے ہٹ گئی۔ ڈیپارلو گردن جھکائے رہا تھا اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا پھر اس نے زور زور سے سر جھٹکا اور آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی ابھر رہی تھی۔ اب وہ شدت جوش میں اپنے سر کی چوٹ کو بھول گیا تھا پھر وہ آہستہ آہستہ کھڑا ہو گیا اس کا بدن پٹرول سے بھیگا ہوا تھا اور پٹرول کا ایک ٹن نزیما سارڈان کے نزدیک ہی پڑا ہوا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ ڈیپارلو نے خونی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر دانت پیستا ہوا بولا۔

''کتیا کی بچی آج میرے اور تیرے درمیان آخری فیصلہ ہو جائے گا تو اس دنیا میں رہے گی یا میں۔'' اس نے اپنے ہاتھوں میں پہنی ہوئی الیکٹرو فائر بیٹری کا بٹن آن کیا اور دونوں ہاتھ نزیما سارڈان کی طرف اٹھا دیے۔ نزیما اس کے فائر سے بچنے کی تیاریاں کرنے لگی اور اس کا جسم ایک پوزیشن میں آ گیا۔ دوسرے لمحے الیکٹرو فائر سے چنگاریاں نکلیں لیکن ڈیپارلو شدت جوش میں یہ بھول گیا تھا کہ یہ چنگاریاں نزیما سیزیادہ اس کے قریب ہیں جونہی الیکٹرو فائر کی چنگاریاں نکلیں۔ پٹرول نے آگ پکڑی اور ڈیپارلو کے حلق سے ایک خراش چیخ نکل گئی۔

نزیما سارڈان نے کسی منصوبے کے تحت ہی یہ سب کچھ کیا تھا۔ ڈیپارلو اپنے کپڑوں کو دھونے لگا لیکن پٹرول نے آن کی آن میں اسے ایک شعلے میں تبدیل کر دیا۔ ڈیپارلو کے حلق سے خراش چیخیں نکلنے لگی تھیں۔ دوسرے لمحے وہ دروازے کی جانب بھاگا۔ عقب سے نزیما سارڈان کے قہقہے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

❁❁❁

کیپٹن فیاض انتہائی مستعدی سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا جن لوگوں کی نشاندہی کی گئی تھی اس نے باآسانی انہیں گرفتار کرا لیا تھا اور ان کے قبضے سے جو کچھ برآمد ہوا تھا اسے دیکھ کر کیپٹن فیاض کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ یقینی طور پر وہ ڈیپارلو کے آدمی تھے اور اسی کے لئے کام کر رہے تھے۔ ان میں نو غیر ملکی تھے اور پانچ مقامی۔ انتہائی خاموشی سے فیاض نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ اسے مسلسل عمران سے ہدایات مل رہی تھیں۔

نئی ہدایت کے تحت اس رات اسے اس پراسرار مکان پر چھاپہ مارنا تھا جس کے بارے میں اسے بتایا گیا تھا کہ یہاں اسے ڈیپارلو مل جائے گا۔

عمران نے فیاض کو تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا اپنی رات کی تاریکی میں فیاض نے دور دور تک مورچہ بندی کر لی تھی اور اپنے آدمیوں کو مخصوص ہدایات دے دی تھیں۔

اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ اس مکان کی جانب بڑھنے لگا جس میں ڈیپارلو موجود تھا عمران نے اسے بتایا تھا کہ ڈیپارلو چوکیدار کی حیثیت سے گی پر ہی موجود ہو گا۔ چنانچہ فیاض بہت ہی احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا تاکہ چوکیدار کو شبہ نہ ہو سکے پھر وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ اچانک ہی پستول سیدھا کئے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا اور انہوں نے چاروں طرف چوکیدار کو تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔ اندر کچھ کمروں میں روشنیاں نظر آ رہی تھیں لیکن چوکیدار گیٹ پر موجود نہیں تھا۔

فیاض چونکا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو دونوں مختلف سمتوں میں جانے کے لئے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا باہر کی طرف سے اسے امید تھی کہ اگر کوئی نکلنے کی کوشش کرے گا تو اس کے ساتھی اسے نہیں چھوڑیں گے۔

وہ بے قدموں دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ڈھٹائی اس کے کانوں میں خراش چیخیں گونجیں اور پھر ایک لمحے کے لئے وہ بوکھلا کر رہ گیا۔ آنے والا اگر انسان تھا تو ایسا عجیب غریب انسان فیاض نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کا پورا جسم شعلے اگل رہا تھا۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے ایک جلتی ہوئی مشعل انسانی شکل میں دوڑ رہی ہو۔ اس کے حلق سے خراش چیخیں نکل رہی تھیں۔ پھر فیاض کے کانوں نے نسوانی قہقہے بھی سنے لیکن اس جلتی مشعل کو دیکھ کر ہی اس کے حواس گم ہونے لگے تھے۔ وہ قہقہوں کی جانب تو جہ نہ دے سکا اور پھر بے اختیار وہ اس کی جانب دوڑا اور اس نے ہانک لگائی۔

اس کے دونوں ساتھی بھی جلتے ہوئے انسان کی جانب دوڑ پڑے جو باہر نکل کر زمین پر لوٹیں لگانے لگا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد فیاض کے دونوں ساتھی اس آدمی کو چھاپ چکے تھے۔ فیاض خود بھی اس کے سر پر پہنچ گیا لیکن ڈھٹائی اندر سے فائرنگ شروع ہو گئی اور گولیاں فیاض اور اس کے ساتھیوں کے کانوں کے پاس سے سنسناتی ہوئی گزر گئیں۔ وہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے زمین پر سیدھے ہو گئے تو ایک نسوانی آواز انہیں سنائی دی۔

''خبردار نہٹ جاؤ۔ اس کے پاس سے ہٹ جاؤ اگر تم نے اسے بچانے کی کوشش کی تو میں تمہارے جسم چھلنی کر دوں گی۔''

ساتھی ہی کچھ اور فائر ہوئے۔ فیاض بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے اندر دیکھنے لگا تھا۔ آواز آ رہی تھی لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ اور کیا ہے؟

ڈیپارلو بدستور فرش پر لوٹیں لگا رہا تھا لیکن اس کے جسم کی آگ بجھ نہیں پا رہی تھی۔ پورے جسم نے شعلے پکڑ لئے تھے۔ فیاض ایک لمحے تک تو بوکھلایا رہا اور اس کے بعد اس نے بھی جوابی فائرنگ شروع کر دی اور اپنے ساتھیوں سے چیخ کر کہا۔

''تم اس کی آگ بجھانے کی کوشش کرو۔''

ایک عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی تھی اور فیاض کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

فائرنگ کے جواب میں دوسری طرف سے بھی فائرنگ ہوتی رہی۔ فیاض خود بھی اندھا دھند گولیاں برساتا رہا۔

ڈیپارلو کی چیخیں آہستہ آہستہ مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ پھر اندر سناٹا چھا گیا لیکن ڈھٹائی فیاض نے دھیمی کانپتی آوازیں سنیں اور دوسرے لمحے وہ اندر دوڑ پڑا۔

''خبردار خبردار تم جو کوئی بھی ہو اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دو۔ ورنہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔''

ایک نسوانی چیخ فضا میں لہرائی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ فیاض آنکھیں پھاڑ رہا تھا لیکن اسے کوئی بھی نظر نہیں آیا تو ایک بار پھر وہ چیخا۔

''تم اگر کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی اس عمارت کے چاروں طرف پولیس کے آدمی موجود ہیں۔ خبردار یہاں سے بھاگنے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ اپنی موت کی ذمے دار بھی تم خود ہو گی۔''

''ابے سور یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔'' اندر سے ایک آواز سنائی دی اور فیاض کے پورے جسم میں سرہریں دوڑ گئیں۔ یہ عمران کے علاوہ کسی کی آواز نہیں تھی۔ ایک لمحے تک فیاض سکتے کے عالم میں رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''عمران عمران کہاں ہو تم؟''

''ارے کولی مت چلانا ما رہا ہوں۔'' عمران نے کہا اور چند سیکنڈ بعد وہ ایک اندرونی حصے سے برآمد ہوا اس کے بازوؤں میں ایک بے ہوش لڑکی جھول رہی تھی۔ اس نے باہر آتے ہی پوچھا۔

''اور وہ شعلہ جو لو شعلہ کہاں ہے؟''

''کک' کون جو لو شعلہ'' فیاض بوکھلاہٹ میں جملہ اٹا بول گیا اور عمران اسے گھورنے لگا پھر بولا۔

''بس یہ وہی تھے۔ مجھے خدا دیہ ہو گئی۔ ابے اس کا کیا حال ہے جو مشعل کی طرح جل رہا تھا؟''

''ہب' باہر پڑا ہوا ہے۔''

''مر گیا؟''

''پپ' پتا نہیں۔''

''چلو دیکھو اندر کوئی نہیں ہے۔'' عمران نے کہا اور لڑکی کو ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے باہر آ گیا۔ کمپاؤنڈ میں اب بہت سے پولیس والے داخل ہو گئے تھے اور ان کی ٹارچوں کی روشنیاں فضا میں لہرا رہی تھیں' جلنے والے کے جسم کی آگ اب بجھ گئی تھی اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

''چلو جلدی کرو پہلے اسے اسپتال لے جانا ہے اس کے بعد دوسری کوئی کارروائی کی جائے گی۔'' عمران نے کہا اور بے ہوش لڑکی کے ہاتھ پشت پر کسنے کے بعد اسے پولیس کے افراد کے حوالے کر دیا گیا۔

یہ کیس شاید فیاض کی زندگی کا سب سے بڑا کیس تھا۔ اس نے عمران کی ہدایت پر حرف بحرف عمل کیا تھا اور عمران خود پس پردہ چلا گیا تھا۔ اب وہ ہوٹل سیر گاہ میں بھی مقیم نہیں تھا بلکہ اس نے ایک اور ہی ٹھکانہ بنایا تھا جہاں سے فیاض اس سے مسلسل ہدایات حاصل کر رہا تھا۔

دارالحکومت سے اور بھی پولیس فورس منگالی گئی تھی اور عمران کی ہدایت پر فیاض نے نواب پوپٹ کو طلب کر لیا تھا اور اس نے اس کا کچا چٹھا سنا دیا تھا۔ پھر اس نے نواب پوپٹ کو سلطانی گواہ بنا لیا اور نواب پوپٹ اس سے پورا پورا تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے تمام اڈوں کی نشاندہی کی اور کروڑوں روپے کی منشیات پولیس کی تحویل میں آ گئی۔ اس کے ساتھی بھی پولیس نے بے شمار افراد کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔

ڈیپارلو پولیس کی زیر نگرانی اسپتال میں زیر علاج تھا لیکن اس کی حالت بہت خراب تھی۔ پورا جسم بری طرح جل گیا تھا اور اسے ایک لمحے کے لئے بھی ہوش نہیں آیا تھا۔ اعلیٰ حکام بھی دارالحکومت سے یہاں پہنچ گئے تھے۔

فیاض کو بہت زیادہ محتاط ہونا پڑا تھا کیونکہ ابھی تمام کارروائی عمران کی زیر نگرانی ہو رہی تھی۔ وہ لڑکی بھی ہوش میں تھی اور اب بالکل تندرست تھی' اسے گردن کی کوئی رگ دبا کر بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اس نے فیاض سے صرف ایک ہی درخواست کی تھی۔

''میرے اوپر آپ جتنے الزامات لگائیں گے جناب میں تحریری طور پر آپ کو اس کی رپورٹ پیش کر دوں گی لیکن میری ایک درخواست قبول کر لی جائے۔''

''وہ کیا؟'' فیاض نے سوال کیا۔

''ڈیپارلو کی زندگی بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اسے مر جانے دیا جائے۔ میری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہے اور اگر یہ مشن پورا نہ ہوا تو آپ ایک بات کان کھول کر سن لیجئے آپ کے ہاں ابھی وہ جیل نہیں بنی جو مجھے قید میں رکھ سکے۔ میں نکل جاؤں گی اور پولیس فیئر! اس کا بدلہ میں تم سے لوں گی۔ ڈیپارلو کو زندہ نہیں بچنا چاہئے۔''

فیاض اسے گھور کر خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن لڑکی کی آرزو پوری ہو گئی۔ ڈیپارلو پانچ دن تک زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد مر گیا تھا جس کی اطلاع فوراً ہی تمام لوگوں کو ہو گئی اور یہ اطلاع لڑکی کے کانوں تک بھی پہنچ گئی اور اس کے بعد وہ اس طرح مطمئن نظر آنے لگی جیسے اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد پورا ہو گیا ہو۔

عالم پور میں زبردست کارروائیاں کی جا رہی تھیں اور اس کا روح رواں نواب پوپٹ تھا۔

نواب پوپٹ شہزادہ ڈھمپ کی تلاش میں پاگلوں کی طرح سرگرداں تھا لیکن اب ڈھمپ کا کوئی پتا نہیں تھا۔

فیاض ان تمام مسائل سے نمٹنے کے بعد نہایت سرخرو ہو کر دارالحکومت واپس آ گیا تھا اپنے ساتھ وہ بے شمار مجرموں کو لایا تھا اور ڈیپارلو کی لاش بھی اعلیٰ حکام کے سامنے پیش کر دی گئی تھی۔ ان تمام کاموں سے فراغت پانے میں فیاض کو آٹھ نو دن لگ گئے تھے اور اس کے بعد وہ عمران سے ملاقات کر سکا تھا۔

عمران فلیٹ پر ہی موجود تھا۔ فیاض نے فلیٹ میں داخل ہونے کے بعد عمران کے دونوں ہاتھ چوم لئے اور عمران نے دونوں ہاتھ پیچھے ہٹا لئے۔

''ارے کیا کرتے ہو ماحرم کہیں کے۔ ان ہونٹوں سے تم نہ جانے.....'' عمران نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کچھ بھی کہہ لو مگر یہ سمجھ لو کہ میں تمہارا غلام بے دام ہو گیا ہوں۔''

''بڑی فصیح اردو بولنے لگے ہو۔''

''آج کل اتنا خوش ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ تم میرے اوپر احسانات کئے جا رہے ہو میں تمہیں اس کا صلہ کیا دوں گا؟''

''میری شادی کرا دو۔'' عمران شرمائے ہوئے انداز میں بولا اور فیاض ہنس پڑا۔

''جانتا ہوں تم زندگی بھر یہ نہیں کرو گے۔''

''تو پھر تم میرے لئے اور کیا کر سکتے ہو؟''

''تم بتاؤ۔''

''ارے جاؤ تم کیا کرو گے؟''

''جو کچھ بھی کہہ لو مگر یہ سمجھ لو کہ میں سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ارے ہاں پتہ بتاؤ اس لڑکی کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟''

''اسے اپنی سیکریٹری بنا لو۔ کیا خیال ہے' چلے گی؟'' عمران ایک آنکھ دبا کر بولا اور فیاض منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

لیکن لڑکی کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا کر دکھایا تھا۔ سارے معاملات ہموار ہو گئے تھے۔ اور ایک دن وہ پولیس کی تحویل سے غائب پائی گئی تھی۔ لاکھ کوشش کے باوجود اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔

❁